احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جنوری 2025ء

سفرِ معراج اور شانِ مصطفی ﷺ

ملک بھر سے ہزاروں علماء، مشائخ، شیوخ الحدیث، اسلامک سکالرز اور طلبہ و طالبات کی خصوصی شرکت

ختم صحیح البخاری: ملک بھر سے ہزاروں علماء، مشائخ، شیوخ الحدیث، اسلامک سکالرز اور طلبہ وطالبات کی خصوصی شرکت

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 39 / شمارہ: 1 / رجب المرجب ۱۴۴۶ھ / جنوری 2025ء

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: ابدال احمد میرزا

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

حسن ترتیب

اداریہ: کتاب اور خطاب	چیف ایڈیٹر	5
القرآن: اطاعتِ رسول ﷺ مطلق اور غیر مشروط اطاعت ہے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	8
آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	19
سفرِ معراج اور شانِ مصطفیٰ ﷺ	شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری	25
پاکستان کے مسائل اور حل	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	35
ختم صحیح البخاری: ملک گیر اجتماع	خصوصی رپورٹ	43
معاشرتی بحران کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل	محمد یوسف منہاجین	52
نیا سال: خود احتسابی	ساحل کاشمیری	61
منہاج القرآن کی مرکزی قیادت کی دعوتی تحریکی اور تنظیمی سرگرمیاں	خصوصی رپورٹ	68

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

قیمت فی شمارہ: 60 روپے — سالانہ خریداری: 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

حمدِ باری تعالیٰ

یا خدا! زندہ رہے اولادِ آدم کا ضمیر
یا خدا! اندر کے انساں کی ہتھیلی پر چراغ
یا خدا! تُو سُبو کے آنچل میں ستاروں کی کرن
یا خدا! مدحت نگاری کی نئی تختی لکھوں
یا خدا! اپنی ربوبیت کا عطا مفہوم کر
یا خدا! اپنی الوہیت سے بھی پردہ اٹھا
یا خدا! افکارِ تازہ کا عطا کر سلسلہ
یا خدا! مہکے گلستاں میں ہوائے معتبر
یا خدا! ظلمت فروشوں کا ہو کاروبار بند
یا خدا! مسند نشینوں کو تو اپنا خوف دے
یا خدا! اڑتے رہیں جگنو مرے افکار میں
یا خدا! ہر شاخ پر موسم خنک اترا کرے
یا خدا! رکھنا سلامت آرزو کا بانکپن
یا خدا! دے آدمی کو پھر شعورِ آخرت
یا خدا! دے پیرہن اُنؐ کی غلامی کا مجھے

﴿ریاضؔ حسین چودھری﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جو دیکھا نبی کی عطاؤں کا رُخ
ہوا طیبہ رُو التجاؤں کا رخ
درِ خیر کی سمت سرکار کے
رہے بے کسوں بے نواؤں کا رخ
دو عالم میں دیکھا بہ لطفِ حضور
کرم کی برستی گھٹاؤں کا رخ
ہوا گیسوئے شاہ سے لمس یاب
جبھی ہے مہکتا ہواؤں کا رخ
حبیبِ خدا کی طرف مرحبا!
ازل سے ہے طُرفہ ثناؤں کا رخ
بہ امیدِ خیراتِ رحمت رہے
مدینے کی جانب گداؤں کا رخ
جِناں دیکھتی ہے عقیدت کے ساتھ
مدینے کی نوری فضاؤں کا رخ
ہو سوتے میں بھی کیوں مدینے کی سمت
نبی کے غلاموں کے پاؤں کا رخ
درودوں سلاموں کے صدقے رہے
مری سمت ان کی سخاؤں کا رخ
مصیبت میں جب بھی پکاروں انہیں
ٹلے میرے سر سے بلاؤں کا رخ
ہو ہمذآنی کے بخت میں بھی حضور!
لِوائے شفاعت کی چھاؤں کا رخ

﴿اشفاق حسین ہمذآنی﴾

اداریہ

کتاب اور خطاب

کتاب اور خطاب روزِ اول سے علم و شعور کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ رہے ہیں۔ کتاب اور خطاب دونوں کی اپنی تاثیر اور دائرہ اثر ہے۔ کتاب وہ دروازہ ہے جو آپ کو علم کے نئے جہانوں کی سیر کرواتا ہے۔ دور اور زمانہ کوئی بھی ہو انسانی عقل کی ترقی کتاب اور خطاب کی مرہونِ منت رہی ہے۔ انسان نے جب اپنے تجربات اور مشاہدات کو بیان کیا تو وہ خطاب بن گئے اور ان خطابات کو جب ضبطِ تحریر میں لایا گیا تو وہ کتاب بن گئی۔ کتاب اور خطاب کا آج بھی چولی دامن کا ساتھ ہے اور آج بھی علم و شعور کے فروغ میں کتاب اور خطاب کی ضرورت و اہمیت مسلّمہ ہے۔

اگر ہم کتاب اور خطاب کی اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں تو حضور نبی اکرم ﷺ کے مواعظِ حسنہ اور کرۂ ارض کی مصدقہ اور سچی کتاب قرآن مجید سے شعور و آگہی کے اس سفر کی ابتدا ہوتی ہے۔ آج بھی قرآن مجید اور حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث و سنت مبارکہ کو علوم کے ماخذ ہونے کا مقام حاصل ہے۔ تخلیقِ آدم سے لے کر پوری معلوم انسانی تاریخ تک جانکاری اور رسائی کا سبب کتاب ہے۔ ہمیں کتابِ حکیم اور تاریخ کی کتب سے آثارِ قدیمہ اور سابقہ اُمتوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں، قرآن حکیم کا ضخیم حصہ قصص القرآن پر مشتمل ہے، جن میں اُمتوں اور قوموں کے عروج و زوال، خوشحالی اور بربادی کے واقعات بطورِ نصیحت اور عبرت بیان کئے گئے ہیں۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے کتاب کی اہمیت برقرار رہے گی اور ڈیجیٹل دنیا کے وجود میں آنے کے بعد خطاب کی اہمیت بھی کتاب کی اہمیت کی طرح مسلّمہ ہو چکی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس عہد کی ایک ایسی صاحبِ مطالعہ شخصیت ہیں کہ اُن کے شب و روز کا غالب حصہ مطالعہ کُتب اور تصنیف و تالیف میں گزرتا ہے۔ وہ اکثر و بیشتر فرماتے ہیں کہ میں دین کی نوکری کے لئے وقف ہوں۔ 15 دسمبر 2024ء کو آپ نے برصغیر پاک و ہند بلکہ عرب و عجم کے سب سے بڑے ختم صحیح البخاری کے علمی اجتماع سے عاجزی و انکساری کے ساتھ ایک ایسا اعلان کیا کہ جس پر شرکاء جھوم گئے۔ وہ اعلان تھا کہ میرے خطاب کے دوران پیش کئے جانے والے حوالوں کو جہاں چاہیں استعمال کریں، ان حوالوں کے مستند ہونے کے حوالے سے آپ کو کبھی ندامت نہیں ہو گی۔ اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہتر ہے کہ ترجمہ شدہ مواد پر انحصار کرنے کی بجائے ماخذ کُتب کا مطالعہ اپنا شعار بنائیں اور اگر کسی وجہ سے آپ ماخذ کُتب تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے تو جو حوالہ جات میں نے اپنی کتب اور اپنے خطابات میں استعمال کئے ہیں اُنہیں آنکھیں بند کر کے اپنی گفتگو میں شامل کریں۔

آپ ہمیشہ یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ مستقل بنیادوں پر میرے خطابات کو سماعت کریں اور اس راستے سے کبھی نہ ہٹیں، چاہے کوئی فتنہ، کوئی طوفان، کوئی آندھی آئے مگر آپ خطابات کی سماعت کا سلسلہ نہ ٹوٹنے دیں۔ اس عمل کو مستقل اپنانے سے عقیدے میں کمزوری کا احتمال جاتا رہے گا۔ آپ تحریک کے نوجوانوں اور ہر طبقہ عمر کے افراد کو ہمیشہ یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ تھوڑے وقت کے لئے ہی سہی لیکن خطاب ضرور سنیں، اس سے آپ کے علم و شعور کی آبیاری بھی ہوتی رہے گی اور میرے ساتھ محبت و سنگت کا رشتہ بھی قائم رہے گا۔ خطاب کی سماعت سے تعلق قائم رہتا ہے اور جب آپ کتاب اور خطاب سے لاتعلق ہو جاتے ہیں تو آپ حفاظت سے محروم ہو جاتے ہیں، مسلمان ہونا اور قرآن مجید پر ایمان ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ قرآن مجید کو غلاف میں سنبھال کر رکھ دیں اور اسی زعم میں پھرتے رہیں کہ آپ مسلمان ہیں اور ایمان والے ہیں۔ مسلمانیت اور ایمان کی حفاظت کے لئے علم و تحقیق سے تعلق ناگزیر ہے۔ قرآن آپ کی زندگی میں جاری ہونا چاہیے، ہر روز اس کی تلاوت کریں، ہر روز اس کے ترجمہ و تفسیر سے تعلق قائم کریں۔ اگر آپ خود یہ نہیں کر سکتے تو جو راسخ فی العلوم ہیں اُن کو سُنیں، آپ محفوظ ہو جائیں گے۔ تحریک منہاج القرآن کے ہر رفیق پر لازم ہے کہ وہ اس پر خود بھی عمل کرے اور کتاب اور خطاب کی اس وراثت (Legacy) کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرے۔

علم سماج کے عروج و زوال کا ایک لازمی جزو ہے۔ وہی سماج معتبر اور باوقار قرار پاتے ہیں جن میں علم کی سچی پیاس اور تلاش موجود ہو۔ کتابوں کا مطالعہ ہمیں نظریں اٹھا کر جینے کا اسلوب عطا کرتا

ہے۔ علم اور کتاب انسان سے حیوانی رویوں کو جدا کرتے ہیں۔ علم انسان کو سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت اور قوتِ برداشت دیتا ہے۔ یہ قوتِ برداشت قوموں کو لافانی بناتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہمیشہ مطالعہ کُتب کے کلچر کے احیاء پر زور دیا۔ انہوں نے منہاج یوتھ لیگ، ویمن لیگ اور ایم ایس ایم کے نوجوانوں کو کتاب کلچر پروان چڑھانے کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی ہدایات دیں۔ شیخ الاسلام کا کہنا ہے کتاب سے بہتر اور کوئی دوست نہیں ہے۔ کتاب آپ کو ماضی سے جوڑنے، حال درست کرنے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے کی قوت عطا کرتی ہے۔ امسال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سالگرہ کی نسبت سے ملک گیر کتاب میلے منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ضلعی مقامات پر کتاب میلے منعقد ہوں گے جن کا بنیادی مقصد مطالعہ کے دم توڑتے ہوئے کلچر کا احیاء ہے۔

قیامِ پاکستان سے لے کر تاحال ہر حکومت نے صوبائی اور وفاقی سطح پر مطالعہ کے کلچر کو عام کرنے کے لئے ملک گیر لائبریریوں کے قیام کے لئے کروڑوں، اربوں روپے کے فنڈز مختص کئے مگر یہ کوششیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکیں۔ نتیجتاً سکولوں، کالجوں کے لائبریری کے لئے مختص کئے گئے کمرے گرد اور دھول سے اٹ گئے اور بیشتر سکولوں، کالجوں نے فنڈز تو وصول کر لئے مگر عملاً ایسی لائبریریاں سرے سے قائم ہی نہ ہو سکیں۔ مطالعہ کُتب محض لائبریریاں قائم کرنے سے یا فنڈز مہیا کرنے سے پروان نہیں چڑھے گا۔ اگر اُستاد صاحبِ مطالعہ علم اور کتاب سے شغف اور محبت رکھنے والا ہو گا تو یقیناً اس کے اثرات اور ثمرات طلبہ و طالبات تک بھی پہنچیں گے۔ محض انتظامی حکم سے کُتب بینی کا کلچر پروان نہیں چڑھے گا۔ ایک وقت تھا کہ ہر شہر کی بلدیہ میں لائبریری ہوا کرتی تھی اور ان لائبریریوں کی دیکھ بھال کے لئے باقاعدہ انتظامی عملہ ہوا کرتا تھا جو معروف مصنفین کی کُتب کی خریداری اور انھیں لائبریریوں کا حصہ بنانے کی ذمہ داری انجام دیتا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کلچر ختم ہو گیا۔ اب یہ کتابیں فٹ پاتھوں کے کنارے بکتی نظر آتی ہیں یا مہنگے داموں اردو بازاروں اور معروف پبلشروں کے سیل سنٹروں سے ملتی ہیں۔

آخر میں شیخ الاسلام کے خوبصورت الفاظ پر اختتام کرتے ہیں کہ ”اپنی زندگیوں میں علم کی اہمیت کو اُجاگر کریں، اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اُس کی تعلیمی زندگی کا سفر ختم ہو گیا ہے تو سمجھیں اُس کی ترقی وہیں پر رُک گئی ہے اور اُس کی زندگی جمود میں بدل گئی ہے۔ ترقی اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو ہمیشہ تعلیم کے سفر کو جاری رکھتا ہے اور انسان مرتے دم تک طالبِ علم رہتا ہے۔“

(چیف ایڈیٹر: ماہنامہ منہاج القرآن)

اطاعتِ رسول ﷺ مطلق اور غیر مشروط اطاعت ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حصہ 10

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

قرآن و سنت کی روشنی میں عقائدِ صحیحہ کے موضوع پر زیرِ نظر سلسلہ وار تحریر میں اس امر کا مطالعہ کر رہے ہیں کہ کیا دین، اسلامی عقیدہ اور ایمان کے باب میں یہ کہنا درست ہے کہ ہمارے لیے صرف قرآن حجت ہے اور قرآن کے سوا ہم کس اور چیز کو خواہ وہ سنت اور حدیثِ رسول ہی کیوں نہ ہو حجت نہیں مانتے؟ قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق ایسی سوچ نہ صرف گمراہی ہے بلکہ کفر و الحاد ہے۔ ایسا کہنا پورے قرآن مجید کی نفی ہے، قرآنی تعلیمات کے خلاف بغاوت ہے اور قرآنی احکام کا کھلا انکار اور مخالفت ہے۔ اس ضمن میں اس مضمون کے سابقہ حصوں میں ہم بہت سے دلائل کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ گزشتہ شمارہ (دسمبر 2024ء) میں قرآن مجید کی اُن 18 آیات کے مطالعہ کا آغاز کیا تھا جن میں اللہ رب العزت نے فقط اطاعتِ رسول کا حکم دیا ہے اور ان میں اطاعتِ الٰہی کا لفظاً ذکر نہیں ہے۔ ایسی 18 آیاتِ کریمہ میں سے 7 آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ اس حوالے سے مزید آیاتِ کریمہ ملاحظہ ہوں:

۸۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(خطاب نمبر: Ci-32 (18 دسمبر 2013ء) (مقام: کینیڈا)

”ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہوگئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“(النور، ۲۴: ۵۱)

اس آیت کریمہ میں لِيَحْكُمَ (تاکہ وہ فیصلہ فرمائے) فعل ضمیر واحد ہے، تثنیہ نہیں ہے۔ یہ صیغہ اللہ اور رسول کے لیے نہیں آیا بلکہ واحد کے لیے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ لِيَحْكُمَا بيهنم کہ اللہ اور اللہ کے رسول اُن کے درمیان فیصلہ کردیں۔ بلکہ فرمایا: لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ حضور علیہ السلام اُن کے درمیان فیصلہ کردیں۔

پھر فرمایا کہ جب رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو مومن کی شان یہ ہے کہ وہ فقط ایک ہی کلمہ کہے کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم نے سن لیا، اور ہم سراپا اطاعت ہوگئے۔ گویا آج اور قیامت تک جن معاملاتِ زندگی پر بھی وضاحت اور رہنمائی درکار ہوگی، جب اُن پر رسول کا حکم، فیصلہ، حدیث، سنت، فرمان اور اسوہ مل جائے تو جو مومن ہوں گے، وہ یہی کہیں گے کہ یارسول اللہ! ہم نے آپ کا حکم سن لیا، سرِ تسلیم خم کرلیا اور ہم آپ کی اطاعت بجالاتے ہیں۔

آیت کے آغاز میں فرمایا: اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ جب انھیں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے لیکن جب حکم دینے اور اطاعت کی بات آئی تو یہاں صرف رسول اکرم ﷺ کا حکم اور اُن کی اطاعت کا مفرداً ذکر کردیا۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم کو ماننا از خود اس میں شامل ہوگیا۔ (اس حوالے سے تفصیلی گفتگو اسی سورۃ النور کی آیت: ۵۴ کے تحت اس مضمون کے گذشتہ حصہ میں گزر چکی ہے)

تقویٰ و عبادت کی نسبت اللہ کی طرف جبکہ اطاعت کی نسبت نبی و رسول کی طرف ہے

۹۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِالْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔

”نوح (علیہ السلام) کی قوم نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب اُن سے اُن کے (قومی) بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟۔ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول (بن کر آیا) ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“(الشعراء، ۲۶: ۱۰۵۔۱۰۸)

ان آیاتِ کریمہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کے حوالے سے ذکر ہے۔ قرآن مجید میں مختلف انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے حوالے سے یہی قاعدہ ہے کہ تنہا اُس رسول یا نبی کی اطاعت کا حکم دے کر اُس سے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں کی اطاعتیں مراد لے لی گئیں۔

مذکورہ آیات میں قابلِ غور لفظ تَتَّقُوْنَ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم میری دعوت، توحید اور اللہ کے پیغام کو ٹھکرا رہے ہو اور حق کو رد کر رہے ہو اور تم میری مخالفت کرتے جا رہے ہو، اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ہے؟ پھر نوح علیہ السلام اپنی قوم کو فرماتے ہیں کہ بے شک میں تمہارے لیے امانت دار رسول بن کر آیا ہوں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے لیے تقویٰ کا لفظ بیان کیا جب کہ اطاعت کی نسبت اپنی طرف کی کہ وَاَطِيْعُوْنِ کہ میری اطاعت کرو۔ یعنی لفظِ اطاعت کے ساتھ جو حکم دیا، وہ اطاعتِ رسول کا ہے اور اطاعتِ رسول میں از خود اطاعتِ الٰہی کا معنیٰ شامل ہے۔ آیت مبارکہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو اللہ نے جس رسول کو بھیجا ہے، اُس کا حکم مانو اور اُس کی اطاعت کرو۔ گویا اگر تم رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور رسول کے حکم کو حجت نہیں مانتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ سے ہی نہیں ڈرتے اور اللہ کا خوف تمہارے دلوں میں نہیں ہے۔ پس اللہ رب العزت واضح فرما رہا ہے کہ جس رسول کے حکم کو حجت ماننے سے تم انکار کر رہے ہو اور جس کی اطاعت کو اتھارٹی نہیں مان رہے، وہ رسول اللہ ہی کا تو بھیجا ہوا ہے۔ رسول کی اطاعت کو حجت نہ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ تم نہ صرف رسول کی اطاعت کا انکار کر رہے ہو بلکہ اللہ کے خوف کا بھی انکار کر رہے ہو اور اُس کی توحید کے بھی منکر ہو رہے ہو۔

۱۰۔ سورۃ الشعراء کی آیت ۱۱۰ میں پھر یہی اسلوب اختیار کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ (الشعراء، ۲۶: ۱۱۰)

"پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔"

نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن سے باقاعدہ امت، کتاب اور شریعت کا ایک نظام شروع ہوا۔ نظامِ رسالت کی ابتداء سے ہی اللہ رب العزت نے یہ قاعدہ، کلیہ اور اصول مقرر فرما دیا تھا کہ بندہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور رسول کے حکم، سنت، حدیث، فرمان، ارشاد اور دعوت کو ہمیشہ حجت اور اتھارٹی تسلیم کرے۔ یہ عقیدہ رکھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بندہ متقی ہے اور اللہ کا خوف رکھتا ہے۔ جب نوح علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ اُن کی حدیث، فرمان، حکم، سنت، اسوہ اور شعارِ

زندگی کو اپنانے کا حکم ہے، ان کی اطاعت واجب قرار دے دی گئی ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت امتِ محمدی کے لیے کیوں واجب نہیں ہوگی۔

۱۱۔ سورۃ الشعراء کی آیت ۱۲۳تا۱۲۶ میں قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کے ذکر کے ذیل میں بھی اطاعتِ ہود علیہ السلام کا حکم اسی طرح دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ عَادُ نِالْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔

”(قومِ) عاد نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب اُن سے اُن کے (قومی) بھائی ہود (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟۔ بے شک میں تمہارے لیے امانتدار رسول (بن کر آیا) ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“ (الشعراء، ۲۶: ۱۲۳۔۱۲۶)

جب اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی بات ہو رہی ہے اور رسول کی اطاعت کا لفظ بھی آرہا ہے تو اللہ اور اللہ کے رسول دونوں کی اطاعت کا ذکر بھی آسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تقویٰ کے لیے اپنی ذات کو مختص کردیا اور اطاعت و پیروی، حکم، فرمان اور سنت کو حجت قرار دینے کے لیے رسول کو مختص کردیا۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ اطاعتِ نبی و رسول میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی از خود شامل ہے۔ اللہ کے تقویٰ میں رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت میں اللہ کا تقویٰ ہے۔ یہ دونوں چیزیں باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اگر تنہا رسول کی اطاعت کا ذکر ہے تو اُس سے اللہ کی اطاعت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اللہ کی اطاعت بھی شامل ہے۔

جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے اس اسلوب کو اختیار کرنے سے ثابت ہوا کہ رسول کی حدیث و سنت کی ایک تاریخی اور ثقافتی اہمیت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ سابقہ انبیاء و رسل کے لیے اختیار کردہ یہ اسلوب ہمارے لیے حجت اور اتھارٹی نہیں تو یہ پورے قرآن مجید اور تمام انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کی تاریخ اور ان کی تعلیمات کا انکار ہے جنھیں قرآن نے بیان کیا ہے۔

۱۲۔ سورہ الشعراء میں ایک اور مقام پر حضرت ہود علیہ السلام کے تذکرہ میں پھر اسی بات کو بیان کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ (الشعراء، ۲۶: ۱۳۱)

”سو تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔“

رسول کی اطاعت کو حجت نہ ماننے والوں سے سوال ہے کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات

پر کیا کہیں گے؟ کیا وہ انھیں قرآن مجید کا حصہ ماننے سے انکار کر دیں گے؟ صرف حضور علیہ السلام کے حوالے سے اس طرح کے کلمات نہیں ملتے بلکہ قرآن کی آیات شاہد ہیں کہ تمام رسولوں کی یہی تعلیم رہی ہے۔ ہر دور پر جب رسول قوم سے مخاطب ہوتے تو وہ کہتے کہ میری اطاعت کرو۔ ان کے اس فرمان میں اللہ کی اطاعت اور اس کا تقویٰ خود بخود شامل ہو گیا۔

۱۳۔ حضرت صالح علیہ السلام کے تذکرہ میں قرآن فرماتا ہے:

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔
(الشعراء، ۲۶: ۱۴۲۔۱۴۴)

”جب اُن سے اُن کے (قومی) بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟۔ بے شک میں تمہارے لیے امانتدار رسول (بن کر آیا) ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم مجھے رسول نہیں مانتے، میرا کلمہ نہیں پڑھتے، مجھ پر ایمان نہیں لاتے؟ کیا تم میری دعوت کورد کر رہے ہو؟ تمھارا اس طرح بے خوف ہونا دراصل اللہ سے نہ ڈرنا ہے۔ پس اللہ سے ڈرا کرو، اُس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت اختیار کرو۔

قرآن مجید کے اس اسلوب سے یہ واضح پیغام مل رہا ہے کہ جب صالح علیہ السلام کی اطاعت حجت ہے تو آقا علیہ السلام کی اطاعت تو سب اطاعات سے بالا ہے۔

۱۴۔ حضرت صالح علیہ السلام ہی کے ضمن میں سورۃ الشعراء میں دوبارہ تذکرہ آیا۔ ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ (الشعراء، ۲۶: ۱۵۰)

”پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“

۱۵۔ حضرت لوط علیہ السلام کے حوالے سے بھی قرآن مجید یہی تذکرہ کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔

”قومِ لوط نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب اُن سے اُن کے (قومی) بھائی لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ بے شک میں تمہارے لیے امانتدار رسول (بن کر آیا) ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت اختیار کرو۔“ (الشعراء، ۲۶: ۱۶۰۔۱۶۳)

۱۶۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی اطاعت کے حوالے سے بھی اسی طرح تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡـئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ۔ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ۔ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ۔

”باشندگانِ ایکہ (یعنی جنگل کے رہنے والوں) نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟۔ بے شک میں تمہارے لیے امانتدار رسول (بن کر آیا) ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔“ (الشعراء۔۲۶: ۱۷۶۔۱۷۹)

جب اللہ کا ذکر آ رہا ہے تو یوں بھی بات ہو سکتی تھی کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی اطاعت اختیار کرو مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں دو جدا لفظ استعمال فرمائے۔ تقویٰ اور خوف اللہ کے لیے جبکہ رسول کے لیے اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اس سے رسول کے فرمان اور سنت و دعوت کی حجیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور یہ دونوں چیزیں معنٰی و مفہوم کے اعتبار سے لازم و ملزوم ہو کر ایک ہی ہو جاتی ہیں۔

۱۷۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرما رہے ہیں:

وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ‌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ‌ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ۔

”اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) واضح نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا: یقینا میں تمہارے پاس حکمت و دانائی لے کر آیا ہوں اور (اس لیے آیا ہوں) کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تمہارے لیے خوب واضح کر دوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ ہی میرا (بھی) رب ہے اور تمہارا (بھی) رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔“ (الزخرف،۴۳: ۶۳۔۶۴)

ان آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کا عبادت اور تقویٰ اختیار کرنا ہے جبکہ اطاعت رسول کی کرنی ہے۔ عبادت رسول کی نہیں ہو سکتی، وہ اللہ کے لیے خاص ہے، اسی طرح تقویٰ بھی اللہ کے لیے خاص ہے جبکہ اطاعت کو یہاں رسول کے لیے خاص کیا گیا۔ ہر رسول یہ پیغام دے رہا ہے کہ میری اطاعت اختیار کرو اور اسے حجت جانو۔ ہر نبی نے یہ کلمات کیوں استعمال فرمائے؟ اس لیے کہ وہ بتانا چاہ رہے تھے کہ میری اطاعت کرو گے تو اسی میں اللہ کی اطاعت ہے۔ میری اطاعت کرو گے تو پھر اللہ کی

عبادت اور اس کے تقویٰ کی راہ بھی نصیب ہو گی۔

اللہ کی عبادت و تقویٰ اختیار کرنا اور رسول کی اطاعت کو حجت اور واجب جان کر اپنے اوپر لازم کرنا، یہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ ہے۔ بد قسمتی سے ہم نے اس صراط مستقیم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ وہ امر جسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ بیان کیا، افسوس کہ اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا اور کہا کہ اللہ کا حکم واجب ہے، ہم صرف اُسے حجت مانتے ہیں اور رسول کا حکم، فرمان اور حدیث و سنت ہمارے لیے حجت اور واجب نہیں (استغفر اللہ)۔ نہ جانے ان لوگوں نے یہ عقیدہ کہاں سے لیا ہے؟ یہ عقیدہ رکھنا تو سراسر قرآن کے مقابلے میں آنا ہے۔ اس سے بڑی بد اعتقادی، گمراہی اور پورے قرآن کا انکار کرنا بھلا اور کیا ہو گا۔

۱۸۔ قرآن مجید کی وہ 18 آیات جن میں فقط نبی اور رسول کی اطاعت کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر الگ سے لفظاً نہیں کیا گیا بلکہ رسول اور نبی کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت کو شامل کیا گیا ہے، ان آیات میں سے آخری آیت ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ۔ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡنِ۔

"اُنہوں نے کہا: اے میری قوم! بے شک میں تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اِطاعت کرو۔" (نوح، ۷۱: ۲، ۳)

حجیت حدیث و سنت کے حوالے سے اس آیت میں مزید واضحیت ہے۔ اُس آیت میں تین چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے دو چیزیں؛ عبادت اور تقویٰ اللہ کے لیے خاص کر کے بیان کی گئی ہیں اور ایک چیز یعنی اطاعت صرف رسول کے لیے بیان کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اطاعت کو بھی اللہ کے لیے کیوں بیان نہیں کی گیا؟ اگر رسول کی اطاعت، حدیث اور حکم ہمیشہ کے لیے امت پر حجت اور واجب نہ ہوتا تو پھر قرآن کا مضمون یوں ہوتا کہ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡهُ یعنی اللہ کی عبادت کرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت کرو۔ مگر یہاں واضح طور پر فرمادیا کہ: اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡنِ عبادت اور تقویٰ اللہ کا اور اطاعت میری (اللہ کے رسول) اختیار کرو۔ ہر مقام پر یہی اسلوب اختیار کیا۔

الغرض قرآن مجید میں مذکور کسی بھی نبی اور رسول کے ذکر میں اس حوالے سے تضاد اور دوہرا پن نہیں ہے۔ قرآن مجید ان چیزوں سے پاک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے قرآن کی تعلیم ہی یہی ہے اور اللہ رب العزت کا حکم بھی یہی ہے کہ رسول کا حکم اور اطاعت حجت ہے۔ اسی میں اللہ کی اطاعت بھی ہے، اس کا تقویٰ بھی ہے اور اسی میں ایمان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کی زبان سے امت کو یہی پیغام دیا ہے اور ہر جگہ اسی تصور پر توجہ مرکوز کروائی ہے۔

لفظِ اطاعت کے ذیل میں مذکور قرآن مجید کی 38 آیات میں سے 20 آیات میں اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کے اکٹھے ذکر سے یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اطاعتیں دو ہیں: اللہ کی اطاعت الگ ہے اور اطاعتِ رسول الگ ہے۔ اس اسلوب کو اس لیے اختیار کیا تاکہ کسی کو التباس اور شبہ نہ رہے کہ صرف اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ رسول کی اطاعت بھی اُسی طرح اپنی جگہ واجب، لازم اور مستقل ہے جس طرح اللہ رب العزت کی اطاعت اپنی جگہ مستقل ہے۔ 20 آیات میں دو اطاعتوں کا ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا تاکہ سمجھ میں آجائے کہ اطاعتیں، حجتیں اور اتھارٹیز اصلاً دو ہیں۔

18 آیات میں صرف رسول کی اطاعت کا ذکر ہے اور لفظاً اطاعتِ الٰہی کا ذکر نہیں ہے، اس اسلوب سے یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ بات واضح ہو کہ اگر رسول کی اطاعت کر لی تو یہ بھی مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ کے مصداق اللہ کی اطاعت ہو گئی۔

اطاعتِ رسول کے حکم پر مبنی آیات سے چند اصول و قواعد کا استنباط

قرآن مجید کی وہ 18 آیاتِ کریمہ جن میں فقط رسول کی اطاعت کا ذکر ہے، ان آیاتِ کریمہ سے درج ذیل چند اصول و قواعد کا استنباط ہوتا ہے:

۱۔ ان آیات کریمہ میں اللہ کے لیے عبادت اور تقویٰ کا ذکر کرنا اور اطاعت کے لیے صرف اطاعتِ رسول پر زور دینے سے یہ ثابت ہوا کہ رسول کی اطاعت بھی ایک مستقل اطاعت ہے، یہ عارضی اطاعت نہیں ہے۔آیات میں أطیعون کہہ کر صرف رسول کی اطاعت پر ارتکاز کیا تاکہ پتہ چلے کہ رسول کی اطاعت عارضی نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کی طرح مستقل اطاعت ہے کیونکہ جب رسول ہی کی اطاعت اللہ کی اطاعت بن رہی ہے تو وہ عارضی شے نہیں ہو سکتی۔

۲۔ ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کی اطاعت؛ اطاعتِ مطلقہ ہے۔ یہ مشروط نہیں ہے۔ اگر رسول کی اطاعت مشروط اور جزوی ہوتی، بعض امور میں ہوتی اور بعض میں نہ ہوتی تو فقط رسول کی اطاعت پر زور نہ دیا جاتا۔ اس لیے کہ اگر یہ جزوی اور مشروط اطاعت ہوتی تو معاذ اللہ یہ ناقص اور ادھوری اطاعت ہوتی۔

۳۔ فقط رسول کی اطاعت کے حکم پر خصوصی طور پر توجہ مرکوز کروانے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کی اطاعت مطلق، کامل اور ہر چیز پر جامع ہوتی ہے۔

۴۔ اس سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ رسول کی اطاعت کا تعلق کسی ایک خاص زمانے کے لیے مخصوص نہیں بلکہ سارے زمانوں پر اس کا وجوب اور لزوم قائم ہے۔اس کی حجیت تمام زمانوں پر قیامت تک واجب ہے اور فقط ایک وقت یا ایک زمانہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

۵۔ فقط رسول کی اطاعت پر ارتکاز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اصل وجوب میں کوئی استثناء نہیں ہے اور رسول کے حکم سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

۶۔ صرف رسول کی اطاعت پر زور دینے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جب رسول کا حکم آجائے تو امتی کا حق نہیں کہ اُس سے اختلاف کرے اور اُس سے تنازعہ پیدا کرے۔ چونکہ رسول کے حکم کو نہ ماننا، اللہ کے حکم کا انکار۔۔۔ رسول کے حکم سے اختلاف کرنا، حکمِ الٰہی کے خلاف۔۔۔ رسول کے حکم کو حجت نہ ماننا، اللہ کے حکم کو رد کرنا ہے۔ پس یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ رسول کے حکم، حدیث اور سنت کو اگر واجب سمجھنے میں تامل کرو گے تو اللہ کا بھی انکار ہو جائے گا اور پورے دین کا انکار ہو جائے گا۔

۷۔ یہ اسلوب اطاعت رسول اور حدیث و سنت رسول کی حجیت واجبہ، حجیت کاملہ اور حجیت شاملہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں حکم آیا کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن کی جو اُن میں سے اولی امر ہیں۔“ (النساء، ۴: ۵۹)

تو یہاں رسول کے لیے لفظ اَطِیْعُوا کو دوبارہ بیان کیا کہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (رسول کی اطاعت کرو) اور جب اُولِی الْاَمْرِ کی باری آئی تو اُن کے لیے اَطِیْعُوا کے حکم کا تکرار نہیں کیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وأطیعوا أولی لأمر منکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت کو مستقل اور مطلق اطاعت نہیں بنایا بلکہ اُن کی اطاعت کو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط کیا اور ان کے تابع رکھا کہ اگر اولی الامر، حکام، امراء، ائمہ، فقہاء اور علماء اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے تابع چلیں تو اُن کے اُس حکم کی اطاعت واجب ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں نہ ہو۔ اگر ان کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی متابعت میں ہو تو پھر اُن کی اطاعت واجب ہے اور اگر اُن کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی معصیت اور خلاف ورزی میں ہو تو اُن کی اطاعت واجب نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے، مطلق نہیں۔ اسے اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر منحصر کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ اللہ اور رسول کی اطاعت کی ایک فرع ہے، اگر اُسی درخت پر یہ شاخ لگے تو اس کا پھل کھاؤ۔ اگر اُس درخت سے ہٹ جائے تو پھینک دو۔ مگر رسول کی اطاعت کے لیے اَطِیْعُوْا کے حکم کو اسی طرح دوبارہ بیان کیا جس طرح اللہ کے لیے اَطِیْعُوْا کا حکم آیا ہے۔ کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح مطلق، مستقل، دائمی اور کامل و شامل ہے اور اُس میں اختلاف، تنازعہ، استثناء اور توقیت (وقت) کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو شان اللہ کی اطاعت کی ہے، حکماً وہی شان حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی ہے۔

۸۔ ان آیات کریمہ سے ایک فائدہ یہ بھی بر آمد ہوا کہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ یہ لازم و ملزوم ہیں جو انھیں جدا کرے گا، وہ کفر کرے گا۔۔۔ جو ایک کا انکار کرے گا، اُس نے لازماً دوسرے کا انکار کر دیا۔۔۔ جس نے اللہ کی اطاعت کا انکار کیا، وہ خود بخود رسول کی اطاعت کا انکاری ہو گیا۔۔۔ کیونکہ اللہ کی اطاعت، رسول کے اسوہ اور سنت کے بغیر نہیں ملتی۔ اس لیے کہ بندوں نے کچھ بھی براہ راست اللہ سے وصول نہیں کیا بلکہ رسول کے واسطے سے وصول کیا ہے۔ اسی طرح جس نے رسول کی اطاعت کا انکار کر دیا، اُس نے گویا خود بخود اللہ کی اطاعت کا انکار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ النساء میں جہاں اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت اور اولی الامر کا ذکر آیا، وہاں اس آیت میں یہ بھی بیان ہوا کہ اگر تمہارے درمیان اختلاف اور تنازعہ ہو جائے تو:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ۔ (النساء، ۴: ۵۹)

”اگر تمہارے درمیان تنازعہ ہو جائے اختلاف ہو جائے تو پھر حتمی فیصلے کے لیے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔“

اختلاف ہونے کی صورت میں حتمی فیصلے کے لیے اولی الامر کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اولی الامر سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اولی الامر کی رائے کے مقابلے میں دوسری رائے ہو سکتی ہے۔ اہل سنت میں چار فقہی مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بنے۔ ائمہ اربعہ کا بعض مسائل پر آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف ہوا، ہر ایک نے اپنی دلیل کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی۔ مگر اُن میں سے کوئی بھی اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ ہر ایک کو اپنی بات درست ثابت کرنے کے لیے استدلال حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی حدیث اور سنت سے کرنا ہے۔ ہر امام نے رسول ہی کے حکم پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

ان تمام امور سے یہ چیز ثابت ہو گئی کہ رسول کی اطاعت؛ اطاعتِ الٰہی کی طرح دائمی، مستقل، مطلق اور حجتِ کاملہ و شاملہ ہے اور یہ تصور کرنا کہ صرف قرآن کافی ہے اور سنتِ رسول کی کوئی حجیت نہیں، ایسا کہنا سراسر قرآن سے بغاوت اور قرآن مجید کی تمام تعلیمات کا انکار ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور حکم کو اللہ کے حکم سے جدا چیز سمجھنا یہ محض قرآن مجید کی تعلیمات کا انکار ہے۔ اس کی کوئی گنجائش اُس قرآن میں نہیں ہے جس قرآن کو یہ لوگ کافی اور حجت قرار دیتے ہیں۔ قرآن ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ قرآن تو جابجا کہتا ہے کہ قرآن اور سنت حجت ہیں۔۔۔ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم حجت ہے۔۔۔ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت ایک ہے۔۔۔ اور رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے جو قیامت تک قائم و دائم ہو گی۔

(جاری ہے)

آپ کے فقہی مسائل

تزکیہ و احسان اور تصوف و سلوک

حضور نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے معمولات

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیرِ نگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: تزکیہ و احسان اور تصوف و سلوک کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم کے معمولات کے بارے میں آگاہ فرمائیں؟

جواب: یہ اصول پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ روٹی تب کھائی جاتی ہے جب بھوک ہو، دوا اس لیے استعمال کی جاتی ہے تاکہ شفاء یابی ہو لیکن اگر بھوک ہی نہ ہو تو کھانے کی طلب نہیں رہتی اور بیماری ہی نہ ہو تو دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لیے اگر انسان پہلے ہی سے نفس کی آلودگیوں اور باطن کی آلائشوں سے پاک و مبرا ہو تو اسے تزکیہ و تصفیہ کے لئے سالکِ طریقت بننے کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روحانی مقام کی ابتداء بھی طریقت و ولایت کے انتہائی مقام سے ماوراء تھی لیکن چونکہ آپ ﷺ نے امت کے لئے ہر پسندیدہ حکم کا عملی نمونہ بھی پیش کرنا تھا اس لیے آپ ﷺ نے سلوک و احسان کے اصول وضع فرمائے اور اپنی عملی زندگی میں ان کو نافذ کر کے دکھایا۔

تزکیہ واحسان اور آپ ﷺ کے معمولات

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہے۔ دین کے ظاہری پہلو، شریعت کی تعلیمات واحکامات کی بات ہو یا دین کے باطنی پہلو اور طریقت واحسان کی بات ہو یہ سب حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت شدہ ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ خشوع و خضوع، زہد و ورع، خشیتِ الٰہی، محبت و معرفت الٰہی کی عظیم مثالی کیفیات سے بھری پڑی ہے۔ آپ ﷺ راتوں کو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ وسلم راتوں کو اتنی کثیر عبادت کرتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ اتنی کثیر عبادت کے باعث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے بخشش کا وعدہ فرمارکھا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(بخاری، الصحیح: ۲۰۷، رقم: ۱۱۳۰، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ حتی ترم قدماہ)

ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ ایک مردہ بکری کے قریب سے گزرے اور فرمایا: دیکھو یہ مردار اس درجہ ذلیل وخوار ہے کہ کوئی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس مردار سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہے اور پھر فرمایا: دنیا کی صحبت تمام گناہوں کی سردار ہے، دنیا برباد شدہ لوگوں کا گھر اور مفلسوں کا مال ہے۔

(ترمذی، الجامع: ۶۳۵ رقم: ۲۳۲۱، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل)

تزکیہ واحسان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ احسان و تصوف کے جملہ اصول و ضوابط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگیوں میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست حضور نبی اکرم ﷺ سے آدابِ طریقت سیکھتے تھے اور آقا ﷺ اپنی خاص تربیت سے انہیں سلوک و طریقت کی تعلیم دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے شیخِ طریقت اور مرشدِ کامل کی تھی۔ تصوف و طریقت کا پہلا قدم نسبتِ ارادت کا قائم کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی صحابی بھی ایسا نہ تھا جس نے باضابطہ طور پر نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کی ہو۔ حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سات بیعتیں کیں۔ پانچ بیعتیں اطاعت پر اور دو بیعتیں محبت پر۔“

(کنز الاعمال، ۱: ۳۲۶، رقم: ۱۵۲۴)

طریقت کی راہ میں شیخِ طریقت اور مرید کے درمیان کچھ آداب ہوتے ہیں جن کو بجالائے بغیر کوئی مرید اپنے شیخِ طریقت سے کسی قسم کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مرشدِ کامل حضور نبی اکرم ﷺ کے آدابِ محبت سے خوب واقف تھے۔ روایات میں ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کمال درجہ کے ادب اور تواضع و انکساری کا اظہار کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی اپنے چہروں اور آنکھوں پر مل لیتے، آپ ﷺ کا لعابِ دہن نیچے نہ گرنے دیتے بلکہ اپنے ہاتھوں اور چہرے پر مل لیتے تھے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھتے، حصولِ برکت کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی دست بوسی اور قدم بوسی کرتے تھے۔ تصور شیخ باندھنا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے محبوب آقا ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ کائنات کی تمام نعمتوں سے محبوب تر عمل حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت و محبت کو گردانتے تھے۔ انہیں ہر قسم کی عبادت اور ریاضت سے بڑھ کر اگر کوئی عمل عزیز تھا تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہنا تھا۔

عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کرام میں ذکر و فکر کی مجالس کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ پھر لباس صوف پہننا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔ اکثر صحابہ اون کا کھردرا لباس پہنتے تھے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بے شک میں نے ستر بدری صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو صوف کا لباس پہنتے ہوئے دیکھا۔“

(شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ۲: ۲۹۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول فاقہ کشی، قلتِ کلام، کثرتِ عبادت اور گریہ و زاری تھا۔ یہ تمام اوصاف ان کی زندگیوں میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے روزے رکھنے والے اور راتوں کو قیام کرنے والے تھے۔

اس لیے صوفیاء کرام کے یہ تمام معمولات، عبادات و ریاضت و مجاہدات کے ذریعے روحانی مشقتیں کرنا، یہ سنتِ صحابہ کی اتباع کا نتیجہ تھا اس لیے یہ کہنا کہ ان کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے، سراسر غلط ہے۔

احسان و تصوف اور تابعینِ عظامؒ کے معمولات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زیر اثر تابعین میں بھی تصوف و احسان کے جملہ اصول و ضوابط بدرجہ اتم موجود تھے۔

☆ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ان کے بلند درجہ معمولاتِ احسان و تصوف کی بنا پر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غائبانہ طور پر خیر التابعین کا لقب عطا ہوا۔ (مسلم، الصحیح: ۱۰۸۸، رقم: ۲۲۴، کتاب الفضائل، باب فضائل اویس قرنیؓ)

آپ رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو کثرتِ عبادت کرتے۔ حلقہ ذکر میں شرکت فرماتے۔ زہد وورع کا یہ عالم تھا کہ گھر بار، کھانے پینے بلکہ تمام دنیاوی چیزوں سے بے نیاز تھے۔ گرد آلود بال دیکھ کر بچے مذاق اڑاتے، پتھر مارتے مگر آپ رضی اللہ عنہ کے عالم کیف و مستی اور بے خودی میں فرق نہ آتا۔ (شیخ عبد القادر جیلانیؒ، غنیۃ الطالبین: ۹۰۷)

☆ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ زہد و عبادت کا پیکر تھے۔ شبانہ روز ایک ہزار نوافل پڑھتے اور آخر دم تک اس معمول میں فرق نہ آنے دیا۔ اسی عبادت و زہد کی بنا پر آپ کا لقب زین العابدین مشہور ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کچھ لوگ اللہ کی عبادت خوف سے کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت ہے، کچھ لوگ لالچ سے عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے اور ایک قوم اللہ کی عبادت شکر کے طور پر کرتی ہے یہ آزاد بندوں کی عبادت ہے۔“ (ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ: ۶۷۔ ۷۱)

☆ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زہد وورع کا عالم یہ تھا کہ ہر وقت چہرے سے رنج و غم کی کیفیت عیاں ہوتی، خشیتِ الٰہی کا غلبہ اس قدر تھا کہ ہر آن لرزہ براندام رہتے۔ یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آتے تو معلوم ہوتا کہ اپنے کسی عزیز کو دفنا کر آ رہے ہیں۔ جب بیٹھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ایسے قیدی ہیں جن کی گردن مارے جانے کا حکم دیا جا چکا ہے اور جب دوزخ کا ذکر کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا کہ دوزخ صرف انہی کے لئے بنائی گئی ہے۔

☆ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس قدر دنیا جمع ہو گی اسی قدر تیرے دل سے آخرت کا فکر نکل جائے گا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا تباہی کس چیز میں ہے؟ فرمایا: مردہ دلی میں۔ عرض کیا: مردہ دلی کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی رغبت۔

☆ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ بدن کے لئے غذا دنیا سے حاصل کرو اور دل کے لئے غذا آخرت سے لو۔

(امام غزالی، مکاشفۃ القلوب: ۲۳۸)

آپ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے مذکورہ اعمال و فرامین سے یہ امر عیاں ہے کہ آج تصوف و سلوک کی اصطلاح کے تحت انجام دیے جانے والے جملہ اعمالِ صالحہ اِن مبارک ہستیوں کے معمول کا حصہ تھے۔

سوال: زرِ بیعانہ کے شرعی احکام کیا ہیں؟

جواب: زرِ بیعانہ اس رقم کو کہا جاتا ہے جو کسی طے پانے والے سودے کو پابند ٹھہرانے یا طے شُدہ معاملہ فروخت کی توثیق کے لیے ادا کی جائے یا طے شدہ زرِ ثمن (قیمت) کا کچھ حصّہ جو تکمیلِ معاملہ سے پہلے بطور پیشگی دیا جائے۔ شریعتِ مطاہرہ نے اسے جائز بتایا ہے۔ اس کے احکام درج ذیل ہیں:

اگر خرید و فروخت مکمل نہیں ہوئی، لیکن مُشْتَرِی (خریدار) اور بائع (فروخت کنندہ) نے آپس میں وعدہ کر لیا کہ فلاں تاریخ کو ہم سودا کر لیں گے اور اس کے لیے ایڈوانس کچھ رقم خریدار نے بائع (فروخت کنندہ) کو دے دی، مگر مقررہ تاریخ پر خریدار نے بائع سے سودا نہیں کیا تو بائع کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیعانہ کی رقم ضبط کر لے۔ اسی طرح اگر بائع نے سودا دینے سے انکار کر دیا تو مشتری کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیعانہ کی ادا شدہ رقم سے زیادہ رقم بائع سے وصول کرے۔ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ بغیر کسی عذر کے وعدہ خلافی کرنا اور مقررہ تاریخ پر سودا نہ کرنا جائز نہیں ہے، لہذا ایسا کرنے والے پر وعدہ خلافی کرنے کا گناہ ہو گا اور فریقین کو قانونی چارہ جوئی کا بھی حق حاصل ہے۔ مگر بیعانہ کی رقم بائع کے پاس امانت ہے اور اس پر امانت کے احکام جاری ہوں گے۔

سوال: کیا ایسا کھیل جائز ہے جس میں ہارنے والا، جیتنے والے کو کچھ دینے کا پابند ہو؟

جواب: میر سید شریف جرجانی فرماتے ہیں:

القمار: هو أن يأخذ من صاحبه شيئًا فشيئًا في اللعب.

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ ہارنے والے کی کوئی چیز جیتنے والے کو دی جائے گی، قمار (جوا) ہے۔

(جرجانی، التعریفات، ۱: ۲۲۹)

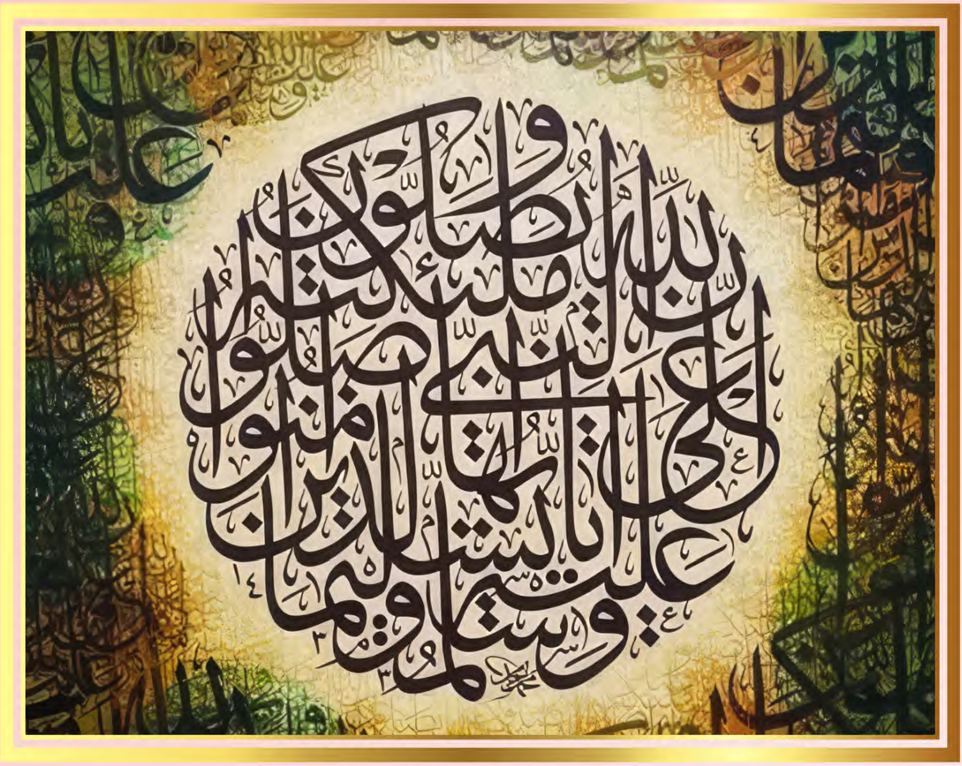

عربی زبان کی ڈکشنری، المنجد فی اللغہ میں قمار کا معنٰی یوں لکھا ہے:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غالب (جیتنے والا) مغلوب (ہارنے والا) سے کوئی چیز لے گا' خواہ تاش کے ذریعے ہو یا کسی اور چیز کے ذریعے۔ (لوئیس معلوف، المنجد، ۶۵۳)

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

" اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔" (المائدۃ، ۵: ۹۰)

درج بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شراب نوشی، جوئے، بت پرستی اور فال کے تیروں کو ناپاک اور شیطانی اعمال قرار دیا ہے۔ اس لیے جب کھیل یا دیگر کسی معاملے میں یہ شرط عائد کر دی جائے کہ ہارنے والا' جیتنے والے کو کوئی چیز دے گا تو ایسی شرط جوئے کے زمرے میں آنے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اگر کوئی تیسرا فریق جیتنے والے کو انعام کے طور پر دے تو یہ جائز اور درست ہے۔

سفرِ معراج اور شانِ مصطفیٰ ﷺ

شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری

قرآن مجید کے بعد آپ ﷺ کے تمام معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ”سفرِ معراج“ ہے۔ اس سفر میں حضور نبی اکرم ﷺ نے عالمِ مکاں سے عالمِ لامکاں تک کا سفر کیا اور نہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے بلکہ اللہ رب العزت کا بے حجاب دیدار کیا۔ آپ ﷺ کو یہ عظیم معجزہ کیوں عطا فرمایا گیا؟ اس حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ معجزہ معراج کے تین اسباب و وجوہات ہیں، جن کی بناء پر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے پاس بلا کر اپنا دیدار کروایا اور ان سے ہم کلامی کی۔ جس سال آپ ﷺ کو یہ عظیم معجزہ عطا ہوا، یہ سال آقا علیہ السلام پر بہت سخت گزرا تھا اور آپ ﷺ کو غم واندوہ اور مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا۔ رب ذوالجلال اپنے حسن وجمال کے دیدار کے ذریعے آپ ﷺ کے اس غم واندوہ کا ازالہ فرمانا چاہتا تھا۔

پہلا صدمہ یہ تھا کہ اسی سال سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئی تھیں۔ آپ آقا علیہ السلام کی شریکِ حیات تھیں اور اعلانِ نبوت سے بھی قبل آپ ﷺ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر چکی تھیں۔ آپ ﷺ کو ان کے وصال کا بہت دکھ تھا۔ اللہ رب العزت نے اس رنج والم کو مٹانے کی خاطر اپنے حبیب ﷺ کو اپنے پاس بلایا۔

ثانیاً سیدنا ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی اسی سال وفات فرما جاتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کا ہر حوالے سے دفاع کرتے رہے اور مشرکینِ مکہ کے خلاف آپ ﷺ کے لیے ڈھال بن کر رہے۔ ان کے وصال کا بھی حضور ﷺ کو دکھ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کو سفرِ معراج پر لے جانے کا تیسرا سبب اہلِ قریش کا حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہل وعیال اور اصحاب کا معاشرتی و معاشی مقاطعہ تھا۔ اس کی وجہ سے آپ کے خاندان کو تین سال تک فقر و فاقہ کا سامنا کرنا پڑا اور قید و بند کی صعوبتیں کاٹنی پڑیں۔

ان غم واندوہ بھرے لمحات کا ازالہ فرمانے کے لیے اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ معجزہ معراج عطا کیا اور آپ ﷺ کو مقام قاب قوسین او ادنیٰ کی بلندیوں پر فائز فرما کر آپ ﷺ سے ہم کلام ہوا اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

سفرِ معراج کے اسباب جاننے کے بعد آیئے اب اس کے مزید نکات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کے دو حصے ہیں:

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر۔ اس سفر کو ''اسراء'' کہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان، سدرۃ المنتہیٰ، مقام قاب قوسین اور عالمِ لامکاں تک سفر کرنا اور اللہ رب العزت کا دیدار کرنا۔ اس سفر کو معراج کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں سفرِ معراج کے پہلے حصے کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ (الاسراء، ۱۷: ۱)

'' وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔''

اس آیتِ کریمہ میں متعدد علمی، روحانی اور حبی نکات موجود ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

لفظِ سبحان کے استعمال کی حکمتیں

آیت کریمہ کا آغاز اللہ رب العزت نے لفظِ سبحان سے فرمایا۔ اس کے دو مقاصد ہیں: پہلا مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیس و تنزیہ اور ہر عیب اور نقص سے پاک ہونے کا اظہار فرما رہا ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ اللہ رب العزت چونکہ اپنے حبیب ﷺ کا ذکر فرما رہا ہے، اس لیے اس کی شانِ سبحانیت کے اظہار سے جو تقویت اور تاکید پیدا ہوتی ہے، اسے وہ آقا علیہ السلام کی شان کے پلڑے میں داخل فرما رہا ہے تاکہ آقا علیہ السلام کے اس سفر اسراء و معراج کے حوالے سے تعجب کرنے والوں کے شک و شبہ اور

تشکیک کو ختم کیا جائے کہ اگر تم حضور نبی اکرم ﷺ کے سفرِ معراج کی نفی کر رہے ہو تو گویا تم میری قدرت اور اختیار کا انکار کر رہے ہو۔

☆ لفظِ سبحان کے استعمال کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ سفر عالمِ بیداری میں نہیں بلکہ عالمِ رؤیاء میں کیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اس اعتراض کی تردید کر رہا ہے اور اپنی شان و شوکت اور قدرت کا اظہار فرماتے ہوئے منکرین سے فرما رہا ہے کہ میں اپنے مقربین اور اولیاء و صالحین کو عالمِ رؤیاء میں معراج عطا کر دیتا ہوں، اگر میرے محبوب ﷺ کا یہ سفر بھی عالمِ رؤیاء میں واقع ہوا ہوتا تو یہ بھلا کون سا معجزہ ہوتا۔ مجھے میری شانِ سبحانیت کی قسم کہ محمد مصطفی ﷺ عالمِ رؤیاء میں نہیں بلکہ عالمِ بیداری میں حرم سے اقصیٰ تک تشریف لے گئے اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے ہوتے ہوئے عالمِ لامکاں پر تشریف لے گئے اور میرے حسن و جمال کو عالمِ رویاء میں نہیں بلکہ عالمِ بیداری میں بے حجاب دیکھا اور مجھ سے کلام کیا۔

لفظ ''اسریٰ'' کا پیغام

آیتِ کریمہ میں مذکور لفظ اسریٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے حبیب کو سفر پر لے گیا۔ اللہ یہ بھی فرما سکتا تھا کہ حضور علیہ السلام سفر پر تشریف لے گئے مگر ایسا نہیں فرمایا۔ یہ اسلوب اس لیے اختیار فرمایا کہ وہ واضح کر دے کہ میرے حبیب نے تو یہ دعویٰ کیا ہی نہیں ہے کہ میں رات کے تھوڑے سے حصے میں عرشِ الٰہی اور عالمِ لامکاں تک گیا ہوں بلکہ میں ربِ قادر ہو کر یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ میں اپنے حبیب ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا۔ اب سفرِ معراج کا انکار کرنے والے میرے محبوب ﷺ پر اعتراض اور تنقید نہ کریں کہ محمد مصطفی ﷺ اس سفر پر نہیں گئے بلکہ اگر وہ اس قابل ہیں تو میری قدرت و اختیار کو چیلنج کر کے دکھائیں، اس لیے کہ میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ میں انھیں اس سفر پر لے گیا۔

حضور علیہ السلام کی شانِ عبدیت کا اظہار

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے لفظ ''عبدہ'' استعمال فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو سفر پر لے گئی۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما سکتا تھا کہ میں اپنے حبیب مکرم اور برگزیدہ رسول کو سفر پر لے گیا یا یہ بھی فرما سکتا تھا کہ سبحن الذی اسریٰ بمحمد (ﷺ) پاک ہے وہ ذات جو اپنے برگزیدہ پیغمبر محمد ﷺ کو سفر پر لے گئی۔ حالانکہ رسالت کا اپنا مقام و منصب اور شان و شوکت ہے اور نبوت کا اپنا مرتبہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اسلوب اختیار

نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی شانِ عبدیت کو ظاہر کرنے کے لیے انھیں اپنا بندۂ خاص ''عبدہ'' قرار دیا۔ اس لیے کہ عبدیت میں اللہ تعالیٰ قربت اور صحبت کا تعلق ظاہر کرنا چاہ رہا ہے۔ اس سے بڑا مقام و مرتبہ اور بلندی کیا ہے کہ اللہ خود کہے کہ میں اپنے بندے کو اپنے پاس بلا رہا ہوں۔

؎ عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

بندہ ہونا الگ چیز ہے اور اُس کا بندہ ہونا الگ چیز ہے۔ بندہ ہمیشہ انتظار میں رہتا ہے کہ کب مجھے اس کی بارگاہ سے بلاوا آتا ہے جبکہ جو اس کا اپنا ہو جاتا ہے، اس کا انتظار وہ ذاتِ باری تعالیٰ اپنی شان کے لائق خود کرتی رہتی ہے۔

سفرِ معراج میں حضور علیہ السلام کو اللہ کی مصاحبت بھی حاصل تھی

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں لفظ عبدہ کے ساتھ ''با'' کو جوڑا اور فرمایا: بعبدہ۔ یہ حرف ''باء'' مصاحبت، قربت و سنگت اور معیت کا فائدہ دیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے یہ واضح فرما دیا کہ اس سفر میں نہ صرف جبرائیل علیہ السلام اور براق میرے حبیب کے ہم سفر تھے بلکہ میں نے خود اپنی شان کے لائق اپنے حبیب ﷺ کو اپنے انوار و تجلیات کے جلو میں سفر کروایا اور میرا حبیب میرے پاس میری ہی معیت میں آیا ہے۔

اس سفر کے پہلے حصہ یعنی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر اسراء کے اختتام پر بیت المقدس میں جملہ انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام حضور نبی اکرم ﷺ کا استقبال کرتے ہیں اور آقا علیہ السلام تمام انبیاء کی امامت فرماتے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کا سفر

مسجدِ اقصیٰ پر اسراء کا سفر ختم ہوتا ہے اور یہاں سے آگے معراج کا سفر شروع ہوتا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک کے سفر کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ایک نوری سیڑھی عطا ہوتی ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عظیم انبیاء کرام علیہم السلام ہر آسمان پر آپ ﷺ کا استقبال فرماتے ہیں۔ ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پر سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کے قدم بھی رک جاتے ہیں اور وہ بھی اس مقام سے آگے جانے کی صلاحیت سے محرومی کا اقرار کرتے ہیں کہ مجھے اللہ رب العزت نے صرف یہاں تک رسائی کی اجازت مرحمت فرما رکھی ہے۔ اس کے آگے

جانا میری بساط میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں سے اللہ رب العزت کے براہِ راست انوار و تجلیاتِ کا ظہور شروع ہو جاتا ہے۔

ے پہنچ کر سدرہ پہ روح الامین یہ کہنے لگے
یہاں سے آگے کا رستہ حضور جانتے ہیں

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کے سفر کے لیے رفرف کو حاضر کیا جاتا ہے۔ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ جہاں رفرف بھی رک جاتا ہے اور پھر یہاں سے آگے اللہ رب العزت بذاتِ خود اپنے انوار و تجلیات کے جلووں میں اپنے حبیب ﷺ کو عالمِ لامکان تک کا سفر کرواتا ہے۔

مقامِ قاب قوسین او ادنیٰ پر حاصل قربت

انوار و تجلیات کے جھرمٹ میں حضور نبی اکرم ﷺ اپنی شان و مقام کے مطابق گزرتے ہوئے بالآخر قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر جلوہ افروز ہو جاتے ہیں۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ رب العزت سورہ النجم میں فرماتا ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ (النجم، ۵۳: ۸،۷)

” پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔ پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم ﷺ میں صِرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہو گیا)۔“

یہ مقام وہ ہے جس کا ہماری عقل اور شعور بھی احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی انسان کا فہم یہاں پہنچ سکتا ہے۔ یہ وہ عالم ہے جہاں فقط اللہ، اس کا حسن و جمال اور انوار و تجلیات ہیں۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ مقام احدیت ہے اور اس مقامِ احدیت میں اللہ رب العزت حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ احمدیت کو اپنی شان کے جلوؤں میں شامل کر لیتا ہے۔ اس عالمِ لامکاں میں حضور نبی اکرم ﷺ اپنے رب کے اور وہ ربِ کائنات اپنے محبوب ﷺ کے قریب ہو جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس مقامِ قاب قوسین میں نہ حد ہے اور نہ حدود ہے۔۔۔ نہ جہت ہے اور نہ جہات ہیں۔۔۔ اور نہ زماں و مکان کا تعین ہے تو اللہ رب العزت یہ کیوں فرما رہا ہے کہ میں اپنے حبیب کے قریب ہوا؟ اس کا جواب فقط اللہ تعالیٰ اور مصطفی ﷺ ہی جانتے ہیں۔ اللہ اپنے حبیب ﷺ سے کتنا قریب ہوا، اس کا علم فقط اللہ اور مصطفی ﷺ کو ہی ہے مگر اللہ قربت کے اس تصور کو امت کے لیے بیان فرما رہا ہے تاکہ امت کو عظمت و شانِ رسالتِ مصطفی ﷺ کا ادارک

ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جب عام انسان کے لیے یہ فرماتا ہے کہ

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (ق:۵۰: ۱۶)

"اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

تو مقامِ غور یہ ہے کہ اس عالم لامکاں میں اللہ نے اپنے محبوب کو کتنی قربت و معیت عطا کی ہو گی۔ سوال یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے کتنے قریب ہوا بلکہ سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ رہ گیا؟ اللہ کی بارگاہ تمثیل سے پاک ہے مگر دو کمانوں جتنا فاصلہ رہ جانا، اللہ رب العزت یہ فقط ہمیں سمجھانے کے لیے فرما رہا ہے۔

مقامِ قاب قوسین او ادنیٰ پر حضور علیہ السلام کو عطا ہونے والی نعمتیں

مقام قاب قوسین پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو درج ذیل نعمتیں عطا فرمائیں:

۱۔ پہلی نعمت یہ ہے کہ اللہ اپنے حبیبِ اکرم ﷺ کو اپنی قربت اور معیت عطا فرماتا ہے۔ وہ اپنے حبیب کے قریب ہوتا ہے اور پھر قریب سے قریب تر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ اللہ رب العزت اس مقام پر اپنے حبیب ﷺ کو بے حجاب اپنے حسن و جمال اور انوار و تجلیات دکھاتا ہے۔ اس مقام پر آقا علیہ السلام دیدارِ حق اور مشاہدۂ حق میں فنا ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسری نعمت اللہ رب العزت نے یہ عطا فرمائی کہ وہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے کلام فرماتا ہے۔ اس نعمت کو عطا کرتے وقت عالم یہ تھا کہ اللہ رب العزت نے اس مقام پر کسی غیر کے وجود کو گوارا نہیں کیا۔ اس بزم میں فقط اللہ ہے اور خدا کے حبیب مصطفی ﷺ ہیں۔ نہ جبرائیل امیں ہیں، نہ رفرف ہے، نہ انبیاء و رسلِ عظام کی نیک ارواح ہیں اور نہ ملائکہ ہیں۔ اس گوشۂ تنہائی میں فقط اللہ ہے اور اس کے روبرو مصطفی ﷺ ہیں۔ اس مقام پر اللہ اپنے حبیب ﷺ کے قلبِ اطہر کو سکون عطا فرمانے کے لیے بلاواسطہ آپ ﷺ سے گفتگو فرماتا ہے۔ یہاں کبھی اللہ اپنے محبوب سے مخاطب ہے اور کبھی حضور نبی اکرم ﷺ اللہ سے مخاطب ہیں۔ صرف دو ہی ذاتیں ہیں اور کوئی تیسرا موجود نہیں ہے۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ رب العزت فرماتا ہے:

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى۔ (النجم، ۵۲: ۱۰)

"پس (اُس خاص مقامِ قُرب و وصال پر) اُس (اللہ) نے اپنے عبدِ (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی۔"

اس مقام پر ہونے والی گفتگو فقط اللہ اور اس کا حبیب ﷺ ہی جانتا ہے کہ ان کے درمیان

کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اور اس نے اپنے محبوب کو اپنے خزانہ غیب سے کیا کیا علوم و معارف اور اسرار و حکم عطا فرمائے۔

۴۔ اس مقام پر اللہ رب العزت نے چوتھی نعمت یہ عطا فرمائی کہ حضور علیہ السلام کو اپنا دیدار بھی عطا فرمایا ہے۔ جس شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا، اللہ تعالیٰ اس کا خود اس طرح اظہار فرماتا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ (النجم، ۵۳: ۱۱)

”(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا۔“

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی چشمانِ مقدسہ نے جب دیدارِ الٰہی اور مشاہدۂ حق کیا تو قلبِ اطہرِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چشمانِ مقدسہ سے ہونے والے اس دیدار کی تصدیق کی۔ اللہ رب العزت خود فرماتا ہے کہ میرے حبیب نے اس طرح دیکھا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ (النجم، ۵۳: ۱۷)

”اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)۔“

یعنی ایسے دیکھا کہ دیکھنے کا حق ادا ہو گیا اور اس دوران میں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں کسی اور طرف مائل نہ ہوئیں بلکہ فقط حسن و جمالِ الٰہ کو دیکھتی رہیں۔ یہ دیدارِ الٰہی اتنی بڑی اور عظیم نعمت تھی کہ رب کائنات کو معلوم تھا کہ دنیا والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملنے والی اس نعمت کا انکار کر دیں گے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے، لہٰذا اللہ رب العزت منکرین سے فرما رہا ہے کہ

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔

(النجم، ۵۳: ۱۲، ۱۳)

”کیا تم ان سے اِس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا۔ اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)۔“

میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حجاب و بے نقاب اپنا جلوہ عطا فرمایا، کیا تم انکار کرتے ہو اور میرے حبیب کے ایک بار مجھے اور میرے حسن و جمال کے دیکھنے پر جھگڑتے ہو حالانکہ انھوں نے مجھے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ دس بار دیکھا ہے اور ایسا اس وقت ہوا جب میں نے انھیں 50 نمازوں کا تحفہ عطا کیا اور وہ ان نمازوں میں تخفیف کروانے کے لیے میری بارگاہ میں 9 بار پلٹ کر حاضر ہوئے تو ہر بار میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حسن و جمال اور انوار و تجلیات دکھائیں۔

۵۔ مقام قاب قوسین پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہونے والی ایک نعمت اللہ رب العزت نے نماز کی صورت میں عطا فرمائی۔ پہلے امت کے لیے پچاس نمازیں عطا ہوئیں، جن میں بعد ازاں اللہ رب

العزت نے نو بار تخفیف فرمائی اور پانچ نمازیں رہ گئیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے صدقے سے امت کو پانچ نمازوں پر بھی پچاس نمازوں کے اجر کا وعدہ فرمایا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو مکی دور میں جن مصائب و آلام اور غم واندوہ کا سامنا کرنا پڑا اور جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبر کیا اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا۔ (الانعام،٦: ١٦٠)

''جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اس کے لئے (بطورِ اجر) اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔''

گویا امت کو یہ تحفہ ملا کہ وہ پانچ نمازیں ادا کریں گے مگر اللہ رب العزت پچاس نمازوں کے برابر انہیں اجر عطا فرمائے گا۔ اس تحفے کو جب صدق و خلوص سے قبول کریں گے اور اس تصور اور کیفیت سے نماز ادا کریں گے کہ یہ تحفہ وہ ہے جو محب نے اپنے محبوب کو عالمِ لامکاں میں عطا کیا تو مومن بھی نماز کی ادائیگی کے دوران معراج کی منازل طے کرتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الصلوۃ معراج المومن۔ نماز مومن کی معراج ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث: ٧٤٦)

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا معراج ماورائے عرش تھا مگر مومن جب صدق و خلوص سے نماز پڑھتا ہے تو اس کی معراج فرش پر ہی ہو جاتی ہے۔ اس کا جسم فرش پر ہی ہوتا ہے مگر اس کا دل سدرۃ المنتہی اور عرشِ الٰہی پر پہنچ جاتا ہے۔

کسی سے میری منزل کا پتہ پایا نہیں جاتا۔۔۔!

جہاں میں ہوں، فرشتوں سے وہاں جایا نہیں جاتا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئی معراج کا موازنہ

اللہ رب العزت نے حضرت موسی علیہ السلام کو بھی کوہِ طور پر بلا کر معراج عطا فرمائی تھی۔ اس معراج اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی گئی معراج کے درمیان کیا فرق ہے؟ آیئے قرآن مجید کی روشنی میں اسے سمجھتے ہیں:

١۔ اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی معراج عطا کرنے کے لیے اپنے پاس بلانے کا ایک وقت مقرر کیا تھا۔ فرمایا: وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰی لِمِيۡقَاتِنَا۔ (الاعراف،٧: ١٤٣)

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر حاضر ہوا''۔

یہ مقامِ موسیٰ ہے کہ اللہ رب العزت اپنے نبی اور رسول کو اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے اور بلانے

کے لیے ایک خاص وقت عطا فرما رہے ہیں، گویا Appointment دی جا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فلاں وقت اور فلاں مقام پر آجانا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی ذات کی عظمت کے پیشِ نظر حکم دیا کہ میری بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے روزے رکھ کر آنا۔

دوسری طرف مقامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے کہ اللہ رب العزت جبریل امین کو سواری دے کر حضور علیہ السلام کو اپنی زیارت و دیدار عطا کرنے کے لیے خود بلا رہا ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے فقط ہم کلامی کی نعمت سے نوازا۔ فرمایا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ (النساء، ۴: ۱۶۴)

”اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے (بلاواسطہ) گفتگو (بھی) فرمائی۔“

جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رب ہم کلام بھی ہوا اور دیدار بھی عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کا کلام و گفتگو سن کر سوچا کہ جس رب کی گفتگو اور کلام اتنا خوبصورت ہے، اس کے دیدار کا عالم کیا ہو گا۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

” (حضرت موسیٰ علیہ السلام کلامِ ربانی کی لذت پا کر دیدار کا آرزو مند ہوا اور) عرض کرنے لگا: اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کر لوں۔“

یہ ادبِ موسوی ہے، یہ عشاق و محبین کا ادب ہے کہ وہ محبوب سے براہِ راست دیدار کی طلب اور التجا نہیں کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ بھی فرما سکتے تھے کہ باری تعالیٰ میں براہِ راست تیرا جلوہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ تجھے دیکھنا تو بڑی دور کی بات، میں تیری جانب بھی دیکھ لوں تو بڑی بات ہے۔ عشاق و محبین ادب کے دائرے میں رہتے ہیں اور وہ قریب ہو کر بھی اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں تاکہ ادب میں بھی کوئی خطا سرزد نہ ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں یہ عرض کر سکتے تھے کہ اے باری تعالیٰ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں مگر ادب کے پیشِ نظر عرض کیا کہ میں تیری طرف دیکھنا چاہتا ہوں۔

دور بیٹھا غبارِ میر اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

اللہ رب العزت کی بارگاہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس گزارش پر جواب آتا ہے کہ

لَنْ تَرٰىنِيْ۔ (الاعراف، ۷: ۱۴۳)

”تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔“

یعنی موسیٰ علیہ السلام آپ میں مجھے دیکھنے کی ہمت نہیں ہے، آپ دیکھنا بھی چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت موسیٰ مزید اصرار نہیں کرتے، یہ ان کا مقام ادب ہے۔

ہم نے جمالِ یار نہ دیکھا تو کیا ہوا
ہم پہ نگاہِ یار ہے، یہ بھی تو کم نہیں

حدیث مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك۔

(صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبي ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، رقم الحدیث: ۵۰)

''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

یہ محسنین کی عبادت ہے۔ محسنین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ محسنین کی عبادت ایسی ہے کہ ان کے لیے یہ تصور ہی کافی ہے کہ وہ اللہ کو نہیں دیکھ پا رہے تو کیا ہوا، اللہ تو انھیں دیکھ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اگرچہ اللہ نے اپنا دیدار عطا نہیں کیا۔ مگر پھر بھی وہ اللہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں، محبوب دیدار عطا کرے یا نہ کرے، اس کی مرضی۔ موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہی کافی تھا کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

اللہ کے فرمان ''لن ترانی'' (اے موسیٰ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا)، اس انکار میں بھی ایک اثبات ہے کہ اگرچہ موسیٰ تو نہیں دیکھ سکتا مگر میں یہ نہیں کہہ رہا کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھے دیکھ سکے۔ موسیٰ آپ نہیں دیکھ سکتے مگر آپ کے جانے کے بعد کوئی ایسا آئے گا جو میرا حسن و جمال اور میری انوار و تجلیات دیکھے گا اور ایسا دیکھے گا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (النجم، ۵۳: ۱۷)

''اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)۔''

یہ مقام موسیٰ تھا کہ براہ راست دیکھنے کی التجا کی مگر جواب ملا کہ نہیں دیکھ سکتے جبکہ مقامِ مصطفی ﷺ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کو بے حجاب اپنا حسن و جمال اور ایسا دیدار کروایا کہ دیکھنے والے کی سبھی توجہ صرف جمالِ خدا پر ہی مرتکز رہیں۔ ان کی نظریں اِدھر سے اُدھر نہ ہوئیں بلکہ ٹکٹکی باندھے صرف ذاتِ خدا کو ہی تکتی رہ گئیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس معجزہ معراج کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کے مقام و شان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے فیوضات میں سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

پاکستان کے مسائل اور حل

(گزشتہ سے پیوستہ)

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی زیرِ نظر تحریر کے پہلے حصے (شائع شدہ ماہنامہ منہاج القرآن ماہِ دسمبر 2024ء) میں پاکستان کے اہم ترین مسائل میں سے؛ گورننس (طرزِ حکمرانی) کی اصلاح، معیشت کی زبوں حالی اور اس کا تدارک، اخلاق و نظریہ کی تطہیر اور تعلیمی نظام کی اصلاح کو بالتفصیل بیان کیا گیا۔ اس تناظر میں پاکستان کے بیرونی قرضوں سے نجات کے لیے ایک قابلِ عمل ماڈل بھی ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی طرف سے پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے بھی نوجوانوں کے لیے چھوٹے کاروبار کے فروغ کے حوالے سے رہنمائی دی گئی۔ اس مضمون کا بقیہ حصہ نذرِ قارئین ہے۔

پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری نہ آنے کا سبب اور اس کا حل

معاشی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح Ease of doing Business ہے یعنی کاروبار کرنے میں آسانیاں پیدا کرنا۔ اس کے انڈیکسز بھی عالمی سطح پر دستیاب ہیں کہ ممالک اس حوالے سے کہاں کھڑے ہیں؟ پاکستان اس حوالے سے 2020ء کے سروے کے مطابق 199 ممالک کے اندر 108 ویں نمبر پر تھا جبکہ اس کے برعکس انڈیا 63 ویں، سعودی عرب 62

ویں، UAE 25 ویں اور ملائیشیا 12 ویں نمبر پر تھا۔ Ease of doing business کا تعلق Economic slugs یعنی معاشی رکاوٹوں سے ہے۔ افسر شاہی اور قانونی رکاوٹیں جب کسی بھی بزنس کے انتظامی امور میں آجاتی ہیں تو یہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو ہمارے ملک سے دور کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ مقامی سرمایہ کار بھی پاکستان میں اعتماد کے ساتھ سرمایہ کاری کرنے میں آسانی محسوس نہیں کرتے۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے اپنی حکمت عملیوں کے اندر زبردست تبدیلیاں کیں اور اپنے ملک کو غیر ملکی سرمایہ کار کے لیے پرکشش بنایا۔ ہماری حکومت کا میڈیا پر بیٹھ کر غیر ملکی سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کی دعوت دینے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک انھیں یہ نہ بتایا جائے کہ ہم ان کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ انھیں ان اقدامات اور سہولیات سے آگاہ کرنا ہے جنھیں سن اور دیکھ کر وہ دیگر ممالک کے بجائے ہمارے ملک کا انتخاب کریں۔ جبکہ ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارا اپنا سرمایہ کار پاکستان چھوڑ کر دوسرے ممالک میں سرمایہ کاری کر رہا ہے تو باہر والا کیوں ہمارے ہاں آئے گا؟

سعودی عرب نے آج سے پندرہ سال پہلے بیرونی سرمایہ کاروں کے لیے ایک پالیسی بنائی لیکن کاروبار کرنے کے لیے درکار سہولیات (Ease of doing Business) کو بہتر نہیں کیا جس کی وجہ سے وہاں سے سرمایہ کار چلا گیا۔ انھوں نے اعلانات کیے، کچھ ویزے متعارف کروائے لیکن Ease of doing business کو بہتر نہ کرنے کے سبب کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ اقامہ کا تصور، قطاریں بنانا، ویزوں کا انتظار کرنا، ہر چھ ماہ بعد ویزوں پر دوبارہ مہریں لگوانا اور دفاتر میں جانا، اس طرح کی بہت ساری پیچیدگیاں ان کے ہاں تھیں۔ نتیجتاً سرمایہ کاروں کو یہ مناسب نہ لگا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ موجودہ حکومت نے اس حوالے سے کچھ بہتر اقدامات کیے جس کے نتیجے میں وہ Ease of doing business انڈیکس میں 96 سے سے غالباً 62 ویں نمبر پر آگئے۔ اب بیرونی سرمایہ کار وہاں آ رہا ہے، ان کو ویزا بھی مل رہا ہے، سرمایہ کا بھی تحفظ ہے اور طریقہ کار بھی بالکل آسان کر دیا گیا ہے۔

Ease of doing business کے تناظر میں پاکستان میں Pakistan Institute of Development Economics (PIDE) نے ایک رپورٹ شائع کی ہے، اس رپورٹ میں پاکستان میں مختلف شعبہ جات میں کاروبار شروع کرنے کے لیے جتنا وقت اور جو اقدامات درکار ہیں، ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً اگر ہم اسلام آباد میں صرف ایک کمرشل پلازہ بنانا اور ایک بلڈنگ قائم کرنا چاہتے ہیں تو مکمل طور پر قانون کے مطابق کرنے کے لیے چار سال اور 114 اقدامات

(Steps) کرنا ہوں گے۔ اس سارے طریقہ کار کو ہم سمجھتے ہیں لیکن اب جو غیر ملکی سرمایہ کار آئے گا، وہ ان چیزوں سے ناآشنا ہوگا۔ جب وہ اس قسم کی پیچیدگیاں دیکھے گا تو وہ بھاگ جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی فارماسیوٹیکل یونٹ لگانا چاہتا ہے تو اس کے لیے کم از کم دو سال کا وقت درکار ہے اور اسی طرح بیسیوں مراحل درکار ہیں جن سے گزرنا ہوگا۔ Ease of doing business یا Slugs کو ختم کرنے کے لیے گورنمنٹ انقلابی اصلاحات کرے، کسی چیز کو روبہ عمل لانے کے لیے ان کے مراحل کو کم کرے اور کم سے کم وقت میں ہر چیز کو مکمل کرے۔ تصور کریں کہ اگر ایک سرمایہ کار 100 ملین ڈالر کا سرمایہ لگانا چاہتا ہے اور اس کا چار سال کا وقت مختلف ادارہ جاتی منظوریوں اور دستخطوں کی نذر ہوتا ہے تو اس عرصہ کے دوران وہ سٹاف رکھ رہا ہے، انھیں تنخواہیں دے رہا ہے، دفاتر کے اخراجات اور یوٹیلٹی بلز کو برداشت کر رہا ہے۔ اس کی سرمایہ کاری کا تو 30 سے 40 فیصد مصنوعات کی تیاری سے قبل ہی صرف منظوریوں کی نذر ہوگئی اور وہ اپنا اتنا سرمایہ ضائع کر بیٹھا۔ یہ معاشی لحاظ سے GDP کا نقصان ہے۔ جن ممالک نے اِن امور کی طرف توجہ کی اور ان کی منصوبہ بندی کی، وہ اپنے GDP کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ پوری دنیا اس حوالے سے اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے۔ ہمارے ہاں اس حوالے سے موجود پیچیدگیوں کے سبب غیر ملکی سرمایہ دار بھاگ رہا ہے۔

پاکستان کو ترقی کی جانب لے جانے کے لیے ایک اہم شعبہ مائننگ انڈسٹری (معدنیات) ہے۔ اسی طرح بندرگاہیں اور جہازرانی کا شعبہ ہے۔ اسی طرح دیگر بہت سارے شعبہ جات ہیں، جن کے اندر غیر ملکی سرمایہ دار بہت خوشی سے سرمایہ لگائے گا۔ بشرطیکہ ہم سرمایہ کاری کے طریقہ کار کو آسان بنادیں۔ بدقسمتی سے ہم Protectionist approach رکھتے ہیں، Economic productive approach نہیں رکھتے۔ یعنی ہر چیز کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے جبکہ ہمیں Economic Risk taking initiative درکار ہیں۔ اس حوالے سے ہم جہاں تک آگے بڑھ سکتے ہیں، وہاں تک آگے بڑھنا ہے۔ موجودہ نوجوان نسل کو بھی اس پر آمادہ کرنا ہے، تبھی یہاں غیر ملکی سرمایہ کار بھی آئے گا اور ملک بھی تیزی سے آگے بڑھے گا۔

آئی ٹی ایکسپورٹ کو بڑھانے کی ضرورت

آئی ٹی ملکی معیشت کی ترقی کے لیے نہایت اہم شعبہ ہے۔ افسوس کہ ہم اس کی جانب بھی صحیح طریقے سے متوجہ نہیں ہوئے۔ انڈیا کی آئی ٹی ایکسپورٹس 2024ء میں 205.2 بلین ڈالرز کے قریب چلی گئی ہیں جبکہ پاکستان کی آئی ٹی ایکسپورٹ ستمبر 2024ء میں 876 ملین ڈالرز ہے

جو کہ انڈیا کے مقابلے میں بہت نیچے ہے۔ پاکستان کو یہاں تک پہنچنے کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہے۔ انڈیا نے آئی ٹی پارکس قائم کیے ہیں جبکہ ہم لوگ وسائل کی کمی کے سبب ایسا کرنے سے محروم ہیں۔ یاد رکھیں کہ جب وسائل کی کمی ہو تو انسان کو زیادہ تخلیق کار ہونا پڑتا ہے جبکہ جب وسائل بے تحاشہ ہوں تو دماغ کا استعمال کم ہو جاتا ہے۔ یہی حالت ممالک کی بھی ہے کہ جب ہمارے پاس وسائل کم ہیں تو پھر ہمیں زیادہ تخلیقی ہونے کی ضرورت ہے۔ ہم اگر سیکڑوں کی تعداد میں راتوں رات آئی ٹی پارکس تخلیق نہیں کر سکتے تو ہمیں آئی ٹی ایکسپورٹ کو بڑھانے کے لیے محنت کرنا ہو گی۔

اس حوالے سے حکومت پاکستان سمیت دیگر متعلقہ فورمز پر میں نے یہ تجویز دی ہے کہ پاکستان میں 200 سے زائد یونیورسٹیز ہیں، ان ساری یونیورسٹیز کو آئی ٹی پارکس ڈیکلیئر کر دیں۔ حکومت ان کے ساتھ مل کر کام کرے۔ ان یونیورسٹیز کے پاس انفراسٹرکچر ہے، کمپیوٹر لیبز ہیں، بیٹھنے کی جگہ ہے، اساتذہ ہیں، ٹرینرز ہیں، آپریٹرز موجود ہیں، ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ حکومت انھیں آئی ٹی پارکس ڈیکلیئر کرے اور انھیں فنڈنگ کرے اور ان سے تعاون کرے۔ ان یونیورسٹیز کو ٹارگٹس دیں کہ انھوں نے اگلے دو سال کے اندر یونیورسٹی کے اندر اور باہر سٹارٹ اپس تیار کر کے ایکسپورٹ شروع کرنی ہے۔ اس اقدام کے نتیجے میں ہم ایک ایسا ملک ہوں گے کہ ایک ہفتے کے اندر 200 آئی ٹی پارکس ہمارے پاس ہوں گے۔

آئی ٹی اور دیگر شعبہ جات میں چھوٹے کاروبار کو فروغ دینے کی بھی ضرورت ہے حکومتی اور پرائیویٹ ہر دو سطح پر اس حوالے سے اقدامات ملک کی معیشت کی بہتری میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ منہاج یونیورسٹی نے اس سلسلہ میں المواخات مائیکرو فنانس کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا ہے۔ اس سے کثیر تعداد میں لوگ رابطہ کرتے ہیں جو پاکستان میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ المواخات ان کی مائیکرو فنانسنگ کے ذریعے مالی معاونت کرتی ہے۔ مختلف کاروبار کے منصوبہ جات میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ یونیورسٹی کے طلبہ کی طرح آغوش آرفن کیئر ہوم میں یتیم بچے رہائش پذیر ہیں، ای کامرس کے حوالے سے ان کی ٹریننگ بھی کی جا رہی ہے تاکہ وہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔ اسی طرح منہاج یونیورسٹی میں minhaj centre for startups کے نام سے ایک مرکز ہے یہاں بہت سارے بزنس آئیڈیاز نوجوان لاتے ہیں۔ اسے المواخات اسلامک مائیکرو فنانس کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ ان کے خیالات اور تجاویز پر ''المواخات'' غور و فکر کے بعد مالی طور پر مدد فراہم کرتا ہے اور اس طرح کئی کاروبار فروغ پا رہے ہیں۔

حکومتی اور عوامی اداروں میں گورننس کو درپیش چیلنجز اور ان کے حل کے لیے اقدامات

وہ حکومتی شعبہ جات جن کا تعلق عوامی فلاح و بہبود کے ساتھ ہے، ان کی کارکردگی کی تباہ حالی کی بنیادی وجہ ہمارے سول سروسز کا سسٹم ہے۔ یہ نظام آج سے 100 سال پہلے برطانوی راج ہمیں دے گیا۔اس کے اندر سنجیدگی سے اصلاح کی ضرورت ہے۔چاہے یہ فیڈرل سروسز کے امتحانات ہیں یا پبلک سروس کے صوبائی سطح کے امتحانات۔اس سسٹم کی خرابی کو اس امر سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ سرکاری مراتب پر فائز ہونے کے لیے طلبہ بیچلرز اور ماسٹرز کر کے امتحانات دیتے ہیں، نمبروں کے مطابق ان کی ڈویژن ہوتی ہے، وہ کامیاب ہوتے ہیں اور مختلف شعبہ جات کے اندر ان کو ملازمت دی جاتی ہے۔کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر زیادہ نمبر لینے کے لیے سادہ طریقہ کار یہ ہے کہ وہ آسان مضامین رکھے جاتے ہیں کہ جن کے اندر وہ زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کر سکیں۔

جو آدمی سول سروس میں آکر کسی وزارت میں، سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری اور ڈائریکٹر لیول کی پوزیشن سنبھال رہا ہے، سرکار کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کے پاس اس شعبے سے متعلق مہارت اور تجربہ بھی ہے یا نہیں؟ حتیٰ کہ وہ نوجوان جو Ph.D's ہیں، مگر تجربہ و مہارت نہ ہونے کے سبب ان کو بیوروکریسی چلارہی ہے۔ حکومت ان نوجوانوں کو شارٹ کورسز کے لیے بیرون ملک بھیجتی ہے تو اس کے انتخاب کا طریقہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ کورسز تربیت کم اور تفریح زیادہ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا انتخاب حکومت کی پسندیدگی سے ہوتا ہے۔ نتیجتاً تجربہ و مہارت کی کمی اور حکومتی نوازشات کے احسانات کے سبب یہ ملک و قوم کو کوئی قابلِ ذکر فائدہ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ نتیجتاً وہ شعبہ جات جہاں انھیں ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں، وہ تنزلی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف پبلک سیکٹر کے مقابلے میں پرائیویٹ سیکٹر اس لیے بہتر ہیں کیونکہ وہ براہ راست بھرتی کرتے ہیں اور بھرتی کرتے ہوئے امیدوار کی تعلیم، تجربہ، جس کام کے لیے اس کی خدمات لی جارہی ہیں اس حوالے سے اس کا vision اور دیگر متعلقہ امور کو دیکھا جاتا ہے۔ نتیجتاً اہل، تجربہ کار اور دور اندیش افراد کی بدولت پرائیویٹ سیکٹر ترقی کرتا ہے۔ یہ سارا کچھ پبلک سیکٹر میں نہیں ہوتا ۔وہاں اندر سے اور باہر سے کوئی تازہ ہوا نہیں آرہی ہوتی، اس صورت الحال میں ملک ترقی کی طرف کیسے گامزن ہوگا؟

ترقی یافتہ ممالک میں کئی اہم افسر شاہی اصلاحات متعارف کروائی گئی ہیں۔ امریکہ، جرمنی، کینیڈا وغیرہ نے سینٹرل سول سروسز کے امتحان کے طریقہ کار کو ختم کر کے ہر وزارت کو آزاد کر دیا ہے اور وہ اپنے شعبہ سے متعلق خصوصی امتحان لیتے ہیں اور اس موضوع سے متعلقہ تجربہ کار لوگوں کو اپنے ملک کے اندر سے اور باہر سے بلاتے ہیں۔ جب تک ہم پاکستان کے اندر پبلک سیکٹر میں ان اصلاحات کو متعارف نہیں کریں گے اور نئے visionary افراد اور دیگر ممالک سے ہر شعبہ سے متعلقہ تجربہ کار لوگوں کو لاکر بیوروکریسی میں نہیں بٹھائیں گے اس وقت تک یہ افسر شاہی رکاوٹیں، مشکلات اور تاخیریں ختم نہیں ہو سکیں گی اور مجموعی طور پر ہم خود کو بہتر نہیں کر پائیں گے۔ ترقی کے سفر کو آگے بڑھانے کے لیے ان بیوروکریٹک اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔

لیڈرشپ اور ترقی کے ناگزیر تقاضے

ترقی کے لیے جہاں استحکام، تسلسل اور اخلاقیات ضروری ہیں وہاں قابل اور اہل بیوروکریسی کا بھی اہم کردار ہے۔ ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہماری بیوروکریسی Non-performing ہے۔ پاکستان کی تباہی میں اس کا بہت بڑا کردار ہے۔ جب تک اس میں بہتر اصلاحات نہیں لائی جاتیں تب تک ہم ترقی کے راستے پر گامزن ہونے میں ناکام ہیں۔ اسی طرح قومی و ملکی سطح پر ہر شعبۂ زندگی میں نئی اصلاحات متعارف کروانے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہر شعبۂ زندگی سے متعلقہ پالیسیز میں استحکام اور تسلسل نہیں لاتے، بے روزگاری کو ختم نہیں کرتے، کاروبار، تجارت اور صنعت کو فروغ نہیں دیتے، تب تک بہتری کی امید رکھنا عبث ہے۔ اگر امانت داری کے ساتھ کام کرتے ہوئے ہر شعبہ میں اچھی اصلاحات کو نافذ کیا جائے، آڈٹ کے نظام کو بہترین بنایا جائے تو اگلے دس سال میں ترقی کی منزل کی طرف سفر شروع ہو سکتا ہے۔

☆ ترقی کے لیے ایک اہم ترین کردار ملک و قوم کی قیادت کا بھی ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! ممالک اور اقوام کی ترقی کے دو ماڈل ہیں:

۱۔ کوئی ایسا لیڈر ہو جو ملک و قوم کو ترقی دے۔

۲۔ افرادِ قوم خود مل کر اپنے ملک کو بہتری کی طرف لائیں۔

یہ دونوں ماڈل دنیا میں موجود ہیں۔ کچھ ممالک میں قیادت نے انفرادی طور پر معاشرے کو بہتر بنایا ہے اور کچھ جگہوں پر افراد تو مضبوط نظر نہیں آتے لیکن collective wisdom کے ذریعے ترقی کی منزل کو حاصل کیا گیا۔ قیادت اگرچہ متوسط صلاحیتوں کی حامل ہو لیکن مضبوط ٹیم ہو اور ہر کوئی

اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دے تو ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے لیکن سب سے ضروری چیز پالیسیز میں تسلسل ہے۔ اگر یہ ہے تو افراد یا لیڈر کوئی بھی ماڈل ہو، وہ ملک اقوامِ عالم میں اپنا مقام بنا سکتا ہے۔

اس حوالے سے اس تصور کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر تاریخِ عالم میں وہ لیڈرز جنھوں نے ملک کی تعمیرِ نو کی، اگر وہ اپنی ذاتی حیثیت میں ذہین اور بہترین منتظم تھے تو دوسری طرف افرادِ قوم کو بھی شعور تھا اور وہ جانتے تھے کہ کس کا انتخاب کرنا ہے۔ ملائیشیا میں مہاتیر محمد نے انیس بیس سال حکومت کی۔ سنگاپور کے اندر (Leekwan yew) اکتیس سال تک حکومت کرتے رہے۔ حتی کہ انڈیا کو بھی اپنے آغاز میں استحکام ملا اور پہلے 26 سال کے طویل عرصہ میں صرف دو وزیراعظم آئے۔ اس سے ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ consistency of policy نہایت اہم ہے۔ یہ وہ تسلسل ہے جو افراد کے ذریعے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور ایک گروہ کے ذریعے بھی۔ ہر شہری اور طبقہ اپنے طور پر اپنی ذمہ داری کو سمجھے تو کچھ نہ کچھ بہتری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔

نعرے نہیں، عمل

قومی مسائل کے حل کے لیے ہمارے ہر ادارہ کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ عدلیہ، مقننہ، انتظامیہ، فوج، میڈیا، تعلیمی ادارے، والدین، علماء، معیشت دان، سائنسدان، سیاستدان، طلبہ الغرض ہر ایک کو آگے بڑھنا ہوگا۔ بد قسمتی سے مذکورہ ادارے اور طبقات اصلاحِ معاشرہ اور مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ صرف میڈیا ہی کی مثال لے لیں تو میڈیا کا کردار بھی افسوسناک ہے۔ میڈیا پر ہونے والے ٹاک شوز چاہے وہ مذہبی پروگرام ہوں یا سیاسی نوعیت کے، ان کے موضوعات روزمرہ کے موضوعات ہیں۔ کوئی بھی ایسا پلیٹ فارم نہیں ہے جہاں پر مستقبل کے حوالے سے کوئی ثمر آور گفتگو ہوتی ہو اور پالیسیز زیرِ بحث آئیں۔ یہ روزمرہ کی Blame game ہے، جہاں فریقین ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں۔ گویا سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کا ایک اکھاڑے میں دنگل کروایا جاتا ہے۔ یہی حال مذہبی پروگرامز کا بھی ہے۔ اس حوالے سے میڈیا کو سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

ملکی و قومی مسائل کے حوالے سے منہاج القرآن تعلیمی، تربیتی، فکری، تحقیقی اور فلاحی میدان میں اپنی بھرپور کوششیں کر رہا ہے۔ ہم نیشنل میڈیا پر نظر نہ بھی آئیں تب بھی ہم اپنے اداروں، تصانیف اور خطابات کے ذریعے ملک و قوم کی تعلیمی، تربیتی، اخلاقی، روحانی اور فلاحی خدمت میں مصروفِ عمل

ہیں۔ ہمیں کوئی دیکھنا چاہے تو وہ نیشنل میڈیا میں ہمیں تلاش کرنے کے بجائے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہمارے 600 سے زائد سکولز، کالجز، یونیورسٹی، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، آغوش اور مراکزِ علم کے نیٹ ورک کو دیکھے، جہاں ہم عملی طور پر موجود ہیں۔ یہی طرزِ عمل ہر ادارہ اور ہر طبقہ کو اپنانا ہوگا کہ ہر کوئی اپنی ذمہ داریوں کو کماحقہ اس طرح نبھائے کہ اُن کا عمل ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا نظر آئے۔

نوجوانوں کے لیے لائحہ عمل

پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے اس کے نوجوانوں کو ایک کلیدی کردار ادا کرنا ہوگا۔ نوجوان نسل پاکستان کا مستقبل ہے۔ حالات بے شک مایوس کن ہیں لیکن ہم آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے نام لیوا اور آپ ﷺ کو ماننے والے ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات نے ہمیں مایوسی نہیں سکھائی۔ اس لیے ہمیں مایوس نہیں ہونا اور بے مقصد زندگی نہیں گزارنی۔ موجودہ حالات لامحالہ ہمارے اندر مذہبی اقدار کو ختم کرنے کا باعث رہے ہیں اور ہم وسائل کی دستیابی کے لیے ہر حد پار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں ان حالات میں ہمیں اپنی حدود و قیود کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔۔۔ اپنی اقدار، اخلاقیات، ثقافت اور روایات کو بھی ملحوظ رکھنا ہے۔۔۔ یہ ہماری شناخت ہیں، اسی سے پاکستانیت اور اسی سے مسلمانیت ہے۔۔۔ ہم نے ان چیزوں کا دامن اس ساری جدوجہد کے اندر بالکل نہیں چھوڑنا۔

جب یہ معاشرتی و معاشی حالات ہمیں ڈپریشن دیتے ہیں تو ڈپریشن کا علاج صرف دوائیوں میں ہی نہیں ہے بلکہ ڈپریشن کا علاج اللہ رب العزت کی ذات کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑنے میں بھی ہے۔ ڈپریشن کا سب سے بہترین حل مشاورت ہے اور سب سے بہتر مشورہ دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ اگر ہم اللہ رب العزت کے ساتھ نماز اور عبادات کے ذریعے اپنے رشتے کو جوڑیں اور اپنے دل کی باتیں اللہ رب العزت کے حضور سجدے میں پیش کریں تو یہ ہماری ڈپریشنز کا علاج ہے۔ اپنے مسائل کا حل دعاؤں میں تلاش کریں اور پھر اس کے ساتھ علم میں محنت کریں اور اپنی قابلیت اور صلاحیت پر توجہ دیں تو اس سے بہتری آئے گی۔ اگر روزگار میسر نہیں تو حالات کا رونا رونے کے بجائے کچھ نہ کچھ اچھے اور تخلیقی خیالات کے ساتھ اپنے دستیاب وسائل کے اندر رہتے ہوئے خود کفیل ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ رب العزت ضرور راستے پیدا کر دے گا ۔جو کچھ ہمارے اپنے اختیار میں ہے، اس کو انجام دینے کی کوشش کریں، مثبت سوچیں اور اس قوم اور ملت کے لیے کارآمد بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قوم و ملت کی ترقی اور اپنے احوال کی اصلاح کے لیے ہر سطح پر اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ختم صحیح البخاری ملک گیر اجتماع

خصوصی رپورٹ

تحریک منہاج القرآن اور نظام المدارس پاکستان کے زیرِاہتمام گزشتہ ماہ ختم صحیح البخاری کی عظیم الشان تقریب منہاج یونیورسٹی لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس علمی، فکری اور روحانی پروقار اجتماع میں ملک بھر سے 20 ہزار سے زائد علما کرام و مشائخ عظام، دینی بورڈز کے قائدین، ناظمین مدارس، شیوخ الحدیث، مدرسین، مدرسات، خواتین سکالرز اور طلبہ و طالبات شریک تھے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے ختمِ صحیح البخاری کے اس عظیم الشان علمی و فکری اجتماع میں صحیح البخاری کا درس حدیث ارشاد فرمایا۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے علمائے کرام و مذہبی سکالرز کو ختم صحیح البخاری کے اجتماع میں خوش آمدید کہا۔ اس اجتماع میں نقابت کے فرائض علامہ عین الحق بغدادی، علامہ اشفاق علی چشتی اور ڈاکٹر محمد فاروق رانا نے انجام دیے۔ تلاوتِ قرآن پاک کی سعادت قاری خالد حمید کاظمی الازہری اور نعت سرور کونین ﷺ کی سعادت حسانِ منہاج الحاج محمد افضل نوشاہی نے حاصل کی۔ ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور نے خطبۂ استقبالیہ پیش

کیا۔ ناظم اعلیٰ نظام المدارس پاکستان ڈاکٹر میر آصف اکبر قادری نے اجتماع کی غرض و غایت اور نظام المدارس پاکستان کی کارکردگی رپورٹ پیش کی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے درس کے آغاز میں اِس فقید المثال اجتماع کے انعقاد پر منتظمین کو مبارک باد دی اور تمام مکاتب فکر کے ہزارہا کی تعداد میں شریک علماء کرام و شیوخ الحدیث، محققین، مبلغین، معلمین و معلمات، مدرسین و مدرسات اور طلبہ و طالبات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اتحادِ اُمت کے کلچر کو زندہ کیا جائے تاکہ فروعی مسائل کی بنیاد پر پیدا ہونے والے اختلافات کو کم سے کم کیا جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ ہم اختلافات کی بجائے مشترکات پر توجہ دیں۔ اُمت کے مختلف مسالک اور مکاتبِ فکر میں اختلافات کم جب کہ مشترکات زیادہ ہیں۔ آج کے اس درسِ ختمِ صحیح البخاری میں حدیث و سُنت نبوی ﷺ کی نسبت سے ہزارہا علماء و شیوخ کا جمع ہونا فتنۂ اِنکار حدیث پر بڑی

ختم صحیح البخاری کے ملک گیر تدریسی اجتماع میں ہزارہا نامور علماء، مشائخ، مدرسین، بورڈز کے منتظمین، طلبا و طالبات کی شرکت

کاری ضرب ہے۔ حدیث و سُنتِ نبوی ﷺ سے اَفرادِ اُمت کا تعلق مضبوط و مستحکم کرنا دراصل فتنۂ الحاد کے خاتمہ کا سبب بنے گا۔ دین کی حفاظت حدیث و سُنت کی حفاظت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ملت بیضا کے تمام مکاتب کو متحد ہو کر علمِ حدیث و سُنت کے کلچر کو پھر سے زندہ کرنا ہوگا تاکہ موجودہ اور اگلی نسلوں کو فتنۂ انکار حدیث سے بچایا جا سکے۔

اُمت میں اعتدال اور وسطیت پیدا کرنے اور ہر طرح کی انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اُمت کے جتنے بھی مکاتبِ فکر ہیں، سب میں حق گردش کرتا ہے اور ہر ایک میں حق کے کچھ نہ کچھ اجزاء موجود ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک تو حق پر ہے اور دوسرا کلیتاً حق سے خالی ہے۔ لہذا تمام مکاتبِ فکر ایک دوسرے کے لیے برداشت اور رواداری پیدا کریں۔ اختلاف کو رحمت بنائیں، زحمت نہ بنائیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ احیائے دین اور اگلی نسلوں تک روحِ دین کی منتقلی کے لیے ہم فروعی اختلافات کی بنا پر دوسرے مکاتب فکر کی تفسیق، تضلیل اور تکفیر کے عمل کی حوصلہ شکنی کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ آج تحریک منہاج القرآن اور نظام المدارس پاکستان کے زیرِ اہتمام منہاج یونیورسٹی لاہور کے پنڈال میں کراچی سے خیبر اور کشمیر تک، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے جامعۃ الرشید کراچی تک پاکستان کے دونوں کناروں سے علماء و مشائخ اس درس میں جمع ہیں۔ یہ اِتحادِ اُمت کا ایک عظیم الشان مظاہرہ ہے۔ اگر ہم حدیث و سنت کی بنیاد پر جمع ہو گئے ہیں تو گویا ہم عشقِ رسول ﷺ پر جمع ہو گئے ہیں۔ ہمیں باہم تفریق اور تنگ نظری کو چھوڑ کر اتحاد اور وسعتِ نظری کو اپنانا ہو گا۔ ہمارے اسلاف محنت کر کے غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرتے تھے، افسوس کہ ہم فروعی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ وقت آگیا ہے اُمت کے اتحاد، علم دین و سنت کے احیاء، دین کی قدروں کو زندہ کرنے اور اگلی نسلوں تک دین منتقل کرنے کے لیے ہم تکفیریت کی دیواروں کو گرا دیں۔ آج اُمت میں وحدت، یگانگت اور یکجہتی پیدا کرنے کا وقت ہے۔ آج کا دور فتنوں کا دور ہے۔ یہ زمانۂ جبر، قَسط اور ظلم ہے، آپ اصحابِ قِسط (صاحبانِ عدل) بنیں؛ انصاف اور اعتدال پسندی پر کاربند رہیں۔ ظلم و جبر کے آگے اپنا سر نہ جھکائیں، اپنا ضمیر نہ بیچیں، ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ پر کاربند رہیں، علمائے حق بنیں، علمائے سُو کی روش اختیار نہ کریں، دین نہ بیچیں، اسلاف کے طریق پر چلیں اور اپنی طبیعتوں کو آقا ﷺ کی سیرت اور متابعت میں ڈھالیں۔

علمی کلچر کے احیاء، اُمہ میں اعتدال و رواداری کی فکر کے فروغ کے لئے تمام مکاتب فکر کو اپنی دینی و ملی ذمہ داریاں انجام دینا ہوں گی: شیخ الاسلام

☆ شیخ الاسلام نے اپنے درس میں صحیح البخاری کی فضیلت و اہمیت اور امام بخاری کے حالاتِ زندگی بھی تفصیل سے بیان کیے اور ختم صحیح البخاری کے تاریخی پس منظر پر بھی روشنی ڈالی۔ انھوں نے اس امر کی وضاحت کی کہ صحیح البخاری کے ابتدائی تمام راوی نہ صرف محدث تھے بلکہ اُن کا شمار کبار صوفیاء میں ہوتا تھا۔ اس امر کا اقرار بلا تفریقِ مسلک تمام علماء کرتے ہیں اور انھوں نے اس امر کو اپنی اپنی کتب میں درج بھی کیا ہے۔ اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اکابرینِ امت اور ائمہ کے ہاں تصوف اور علم الحدیث کے حوالے سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ افسوس کہ آج ہم نے اس خود ساختہ تقسیم کے ذریعے امت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

شیخ الاسلام نے صحیح البخاری کی پہلی حدیث مبارک اور آخری حدیث مبارک کی قرأت کرتے ہوئے اِن دونوں کے درمیان تعلق اور ان احادیث مبارکہ سے آغاز اور اختتام کرنے کی وجوہ کی بھی وضاحت کی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حدیث کی دیگر الجامع کتب کی طرح امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح کا آغاز کتاب الایمان سے نہیں کیا بلکہ کتاب بدء الوحی سے کیا اور اس کتاب میں آقا علیہ السلام کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مبارکہ کے اوصاف کے حوالے سے احادیث مبارکہ بیان کیں۔ اس کتاب کے آغاز میں امام بخاری نے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی تحریر نہیں فرمائی۔ اس کے بعد آپ کتاب الایمان لائے اور اس کے آغاز میں بسم اللہ تحریر فرمائی۔ امام بخاری کے اس اسلوب سے اُن کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ اُن کی بسم اللہ شانِ رسالت کا بیان ہے۔ صحیح البخاری کی آخری کتاب ”کتاب التوحید“ کے عنوان سے ہے۔ صحیح البخاری کے اول اور آخری باب کی اس ترتیب سے امام بخاری کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ اُن کا عقیدہ محبتِ رسول سے شروع ہوتا ہے اور توحید کے بیان پر کمال پر پہنچتا ہے۔ امام بخاری نے صحیح البخاری کا اختتام کتاب التوحید میں خوارج کی مذمت کے حوالے سے حدیث سے کیا ہے۔ اس سے وہ اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ عقیدہ توحید کبھی خوارج سے نہ لیں بلکہ ہمیشہ علمائے ربانیین سے لیں۔

شیخ الاسلام نے علم و فنِ حدیث کے موضوع پر مسلسل 4 گھنٹے خطاب فرمایا، علماء کا فکر انگیز خطاب پر زبردست الفاظ میں خراجِ تحسین

اس موقع پر شیخ الاسلام نے ”امام بخاری اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کے عنوان سے صحیح البخاری میں موجود محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں درج احادیث پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور امام بخاری کا تکرار کے ساتھ محبتِ رسول کے حوالے سے احادیث درج کرنے کی وجہ اُن کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ انتہا درجہ کی عقیدت و محبت کو قرار دیا۔

☆ درسِ ختمِ صحیح البخاری کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ اجتماع میں شریک 20 ہزار سے زائد علمائے کرام نے محدثین کی علمی اجازات کے طریق پر شیخ الاسلام سے عالی اور اقرب اسانیدِ حدیث کی اِجازات حاصل کیں، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ا۔ شیخ الاسلام کی سند محدِّثُ الھند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تک صرف چار واسطوں سے۔

۲۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت امام یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ تک صرف ایک واسطے سے۔
۳۔ شیخ الاسلام کی سند اَعلیٰ حضرت شاہ اَحمد رِضا خان بریلوی تک صرف ایک واسطے سے۔
۴۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی تک صرف ایک واسطے سے۔
۵۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری تک صرف ایک واسطے سے۔
۶۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت امام آلوسی البغدادی تک صرف چار واسطوں سے۔
۷۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت امام جلال الدین سیوطی تک صرف چھ واسطوں سے۔
۸۔ شیخ الاسلام کی سند حضرت امام ابن حجر عسقلانی تک صرف چھ واسطوں سے۔
۹۔ شیخ الاسلام کی سند امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل البخاری تک صرف گیارہ (11) واسطوں سے۔
۱۰۔ بفضلہٖ تعالیٰ شیخ الاسلام کی سندِ حدیث تاجدارِ اَنبیاء حضور نبی اکرم ﷺ تک صرف پندرہ (15) واسطوں سے متصل ہے۔

ختمِ صحیح البخاری کے ملک گیر اِجتماع سے خطیب داتا گنج بخش علی ہجویری لاہور علامہ مفتی محمد رمضان سیالوی، سربراہ دار الاخلاص علامہ ڈاکٹر شہزاد مجددی، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سے مولانا سید محمد یوسف شاہ، آستانہ عالیہ چشتیہ کریمیہ ڈاگ اسماعیل خیل نوشہرہ سے علامہ پیر محمد سعید حسین القادری، اتحاد المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مفتی محمد زبیر فہیم، جامعہ محمدیہ سیفیہ کے شیخ الحدیث مفتی پیر حمید جان سیفی، امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان علامہ ڈاکٹر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مجمع العلوم الاسلامیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعۃ الرشید کراچی کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد صاحب، رابطۃ المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ و نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان ڈاکٹر علامہ عطاء الرحمان اور امیر جماعت اہلسنت کشمیر علامہ سید محمد اسحاق نقوی نے خطاب کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام کی تجدیدی واِحیائی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے علوم الحدیث کے احیاء کے لیے کی جانے والی آپ کی تجدیدی مساعی کا ذکر

ختم صحیح البخاری کے تدریسی اجتماع میں ملک بھر سے سکالرز خواتین اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی ذمہ داران نے شرکت کی

کیا اور انہیں رواں صدی میں امت کے لیے ایک عظیم خزانہ قرار دیا۔

مقررین نے ختم صحیح البخاری کی روایت کو زندہ کرنے کے اقدام کو سراہا اور شیخ الاسلام کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ قحط الرجال کے اس پرفتن دور میں شیخ الاسلام کی ذات بابرکات اس امت کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ آپ نے ساری زندگی دین متین کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ آپ نے ہر موضوع پر جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قلم اٹھایا اور آنے والی نسلوں کے لیے ایسی عظیم شاہراہ قائم کی جس پر چلتے ہوئے ہر شخص کامیابی و کامرانی سمیٹ سکتا ہے۔ دورِ حاضر میں دعوت اسلام کو اقوام عالم تک پہنچانے کے لیے اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر نظام المدارس پاکستان نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی سرپرستی میں جو نصاب مرتب کیا ہے یہ بھی ان کا ایک امتیاز ہے۔ آج کے زمانہ میں اس اعتبار سے ختم الصحیح البخاری کی مجلس کا انعقاد وقت کی ضرورت ہے۔ اس اقدام سے انکار حدیث کا فتنہ اور الحاد کا فتنہ اپنی موت خود مر جائے گا۔

منہاج یونیورسٹی لاہور میں انعقاد پذیر تاریخی اجتماع میں شریک ہونے والے علمائے کرام کو ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خوش آمدید کہا۔

حجۃ المحدثین شیخ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اللہ رب العزت اور حضور نبی اکرم ﷺ کا پندرھویں صدی میں امت کے لیے احسان عظیم ہیں۔ اگر ہم شیخ الاسلام کو حجۃ المحدثین مان رہے ہیں تو یہ صرف عقیدت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اس لیے کہ حضرت نے اپنی زندگی اسلامی علوم اور عقائدِ اسلامیہ کے فروغ و ترویج میں صرف فرمائی۔ آپ حقیقی معنی میں جدید و قدیم علوم پر دسترسِ تامہ کے حامل ہیں۔ شیخ الاسلام مزاج شناس تفسیر، مزاج شناس عقائد اسلامیہ ہیں۔ ہم سعادت مند بھی ہیں اور نیک بخت بھی کہ ہم شیخ الاسلام کے عہد میں ہیں اور آپ سے اکتساب فیض کر رہے ہیں۔

اس پروگرام میں وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ کے چیئرمین ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سے علامہ ڈاکٹر نعیم الدین الازہری، صدر نظام المدارس پاکستان و پرنسپل جامعہ ہجویریہ لاہور علامہ مفتی امداد اللہ خان قادری، پرنسپل جامعہ ہجویری لاہور مفتی عرفان اللہ اشرفی، مہتمم جامعہ محمدیہ لاہور مفتی حنیف چشتی، زیب سجادہ آستانہ عالیہ بابا فرید الدین گنج شکر صاحبزادہ دیوان عثمان فرید،

سجادہ نشین حضرت میاں میر صاحبزادہ سید علی چن رضا قادری، صاحبزادہ پیر نصیر الدین چراغ فریدی زیب سجادہ گڑھی اختیار شریف، خطیب بابا فرید الدین گنج شکر پاکپتن ڈاکٹر مفتی محمد عمران انور نظامی،، پرنسپل جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور علامہ ڈاکٹر مفتی محمد وحید قادری، مہتمم جامعہ غوث العلوم علامہ صاحبزادہ بدر الزمان قادری، صدر جمعیت علمائے لاہور پنجاب مفتی نعیم جاوید نوری، سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ ماتلی شریف بدین پیر کرم اللہ الٰہی المعروف دلبر سائیں، شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور علامہ اسد اللہ نوری، مہتمم جامعہ محمدیہ قادریہ چکدرہ مالاکنڈ حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر انوار محمد، صدر منہاج القرآن علماء کونسل مفتی غلام اصغر صدیقی، شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال مفتی ندیم قادری، مفتی نعمان جالندھری، اور دیگر علماء و مشائخ نے خصوصی شرکت کی۔

قومی یوتھ کنونشن (لاہور) سے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خطاب

قومی یوتھ کنونشن بسلسلہ 36واں یومِ تاسیس منہاج القرآن یوتھ لیگ بمقام ایوانِ اقبال کمپلیکس لاہور مورخہ یکم دسمبر 2024ء منعقد ہوا۔ جنرل سیکرٹری منہاج یوتھ لیگ ڈاکٹر عمران یونس نے استقبالیہ کلمات میں کنونشن میں شریک مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ یوتھ لیگ کے مرکزی صدر رانا وحید شہزاد نے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے منہاج القرآن یوتھ لیگ کے اغراض و مقاصد اور کامیابیوں سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، ظفر اقبال خان (صدر MQI آسٹریلیا)، ثاقب اظہر (CEO-Enablers)، ڈاکٹر ندیم اسحاق (ماہر اقبالیات) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منہاج یوتھ لیگ نوجوانوں کے لئے رول ماڈل ہے۔ یہاں علم، محبت، رواداری اور اعتدال کا حسین امتزاج ہے۔ شیخ الاسلام اپنے بیٹوں کی طرح یوتھ لیگ کے جوانوں کی تربیت کر رہے ہیں اور ان کے دلوں میں علم و امن کے چراغ روشن کر رہے ہیں۔

اس موقع پر شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوان کسی بھی قوم کے معمار اور مستقبل ہوتے ہیں۔ آپ ہی نے اپنی قوم و ملت کے مستقبل کو تشکیل دینا ہے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کو صحیح سمت میں ڈھال لیا، اپنی تربیت اور کردار سازی پر توجہ دی اور اپنے افکار و اعمال کو علم و حکمت سے سنوار لیا تو یقیناً آپ کے ذریعے قوم کا مستقبل روشن اور مبنی بر خیر ہوگا۔ لیکن اگر تربیت اور کردار سازی میں کمی رہی تو یہ قوم کے بگاڑ اور تنزلی کا سبب بن سکتی ہے۔ نوجوان زندگی میں علم کی اہمیت کو ہمیشہ اجاگر رکھیں۔ یاد رکھیں کہ تعلیم کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تعلیمی زندگی ختم ہو چکی ہے، تو درحقیقت اس کی ترقی وہیں رک جاتی ہے اور وہ جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ ترقی صرف انہیں نصیب ہوتی ہے جو ہمیشہ علم کے سفر کو جاری رکھتے ہیں اور اپنی شخصیت کو علم کے نور سے منور کرتے ہیں۔ نوجوانوں کا فرض ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں اور ان کا بہترین استعمال کریں۔ علم حاصل کریں، اپنے اخلاق کو بہتر بنائیں اور اپنے کردار کو ایسا مضبوط کریں کہ امت کے لیے مشعلِ راہ بن جائیں۔ یاد رکھیں کہ علم، کردار اور مثبت سوچ ہی قوم کی ترقی کی ضامن ہے۔

تحریک منہاج القرآن کی جملہ تنظیمات کے جملہ فورمز کے قائدین، عہدیداران، وابستگان و ذمہ داران اور نوجوان بڑی تعداد میں کنونشن میں شریک ہوئے۔

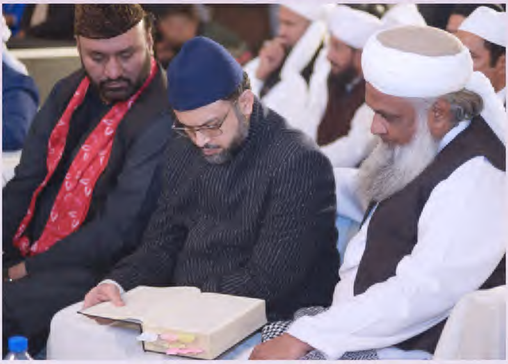

صدر نظام المدارس پاکستان مفتی امداد اللہ خان قادری

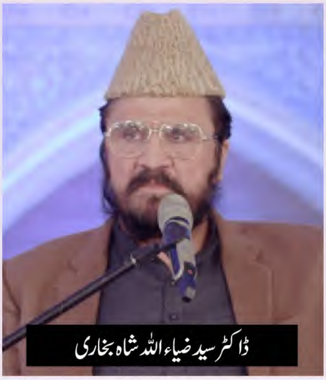

ڈاکٹر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

ڈاکٹر علامہ عطاء الرحمن

مفتی محمد زبیر فہیم

مولانا سید محمد یوسف شاہ

علامہ محمد شہزاد مجددی

ڈاکٹر میر آصف اکبر

خرم نواز گنڈاپور

علامہ مفتی محمد رمضان سیالوی

علامہ اشفاق چشتی

عین الحق بغدادی

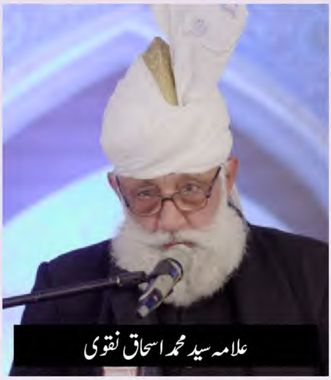
علامہ سید محمد اسحاق نقوی

پیر سعید حسین القادری

مولانا مفتی محمد

علامہ غلام مرتضیٰ علوی

صاحبزادہ مفتی سعید احمد حسن

ڈاکٹر رانا محمد فاروق

معاشرتی بحران کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل

محمد یوسف منہاجین

انفرادی اعتبار سے ہم میں سے اکثریت چند ایسے مسائل کا شکار ہے جس نے ہماری فکری اور روحانی ترقی کا راستہ مسدود کر رکھا ہے۔ ان مسائل کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ ہے۔ یہ مسائل چونکہ ہماری اپنی طبیعت، مزاج اور عادت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے یہ لاینحل نہیں ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمیں کسی بڑے انتظام و انصرام اور پلاننگ کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ایسا عزمِ مصمم درکار ہے جس کے پیچھے صدق اور اخلاص کی طاقت موجود ہو۔ ذیل میں ان مسائل کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا قابلِ عمل حل پیش کیا جارہا ہے تاکہ ہم میں سے ہر ایک اپنی طبیعت، مزاج، عادت، رویے اور معاشرتی رسوم و رواج سے پیدا ہونے والے ان مسائل سے چھٹکارا پاتے ہوئے اپنی فکری، روحانی اور اخلاقی اصلاح کو ممکن بنا سکے۔

ا۔ حقوق العباد کو نظر انداز کرنا

انفرادی اعتبار سے ہمارا سب سے پہلا مسئلہ اپنے ذمہ واجب الادا حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور انھیں نظر انداز کرنا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اس بات کا تو دعویدار ہے کہ مجھے میرے حقوق دیے جائیں مگر وہ دوسروں کے اپنے اُوپر واجب حقوق سے لاپرواہی برتتا نظر آتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی حیثیت میں دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کرتا ہے بلکہ وہ موقع ملنے پر دوسروں کے حقوق کو پامال

کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کوتاہی میں برابر کے شریک ہیں مگر بد قسمتی سے کوئی بھی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے سے قاصر ہے۔

قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ دین اسلام میں ہر ایک طبقۂ زندگی حتی کہ نباتات، حیوانات، غیر مسلموں اور مرنے والے افراد کے بھی حقوق کو نہ صرف واضح طور پر بیان کیا گیا ہے بلکہ ان کی ادائیگی کی تلقین بھی فرمائی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایتائے حقوق پر اصرار کا مقصد ایک پُرامن معاشرے کی تشکیل ہے جہاں بسنے والے نہ صرف ایک دوسرے کے حقوق ادا کرے نظر آئیں بلکہ احسان کے پیکر بھی ہوں اور حقوق ادا نہ کرنے والوں کے بھی حقوق ادا کرتے چلے جائیں تاکہ وہ خود ہی اپنے رویے پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے ایتائے حقوق کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ هُوَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا (ابوداؤد، ج ۲، ص ۵۹، رقم: ۱۶۹۷)

وہ شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو بدلے کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا تو اصل میں وہ شخص ہے جو اس شخص سے بھی صلہ رحمی کرے جو اس کے ساتھ قطع رحمی کرتا ہے۔

ایتائے حقوق ایک ایسا بنیادی مسئلہ ہے جس میں ہمارے معاشرے کی سلامتی اور خوشحالی کی ضمانت موجود ہے۔ اگر ہم اپنے رویہ اور مزاج میں اس مسئلہ کی اہمیت کا ادراک پیدا کر لیں تو صرف یہی ایک عمل بھی ہمارے معاشرے کو جنت نظیر معاشرہ بنانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

۲۔ قیمتی وقت اور وسائل کا ضیاع

وقت اور صلاحیتیں دونوں ہی بے حد قیمتی اور نایاب سرمایہ ہیں، جنہیں ہم غیر ضروری، بے معنی اور بے وقعت سرگرمیوں یا بیکار مصروفیات میں ضائع کر رہے ہیں، جس کے نتیجے میں ہمیں متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس امر کا ایک واضح ثبوت ہمارے سرکاری دفاتر کا ماحول ہے جہاں ہم وقت اور سرکاری وسائل کا بے دریغ نقصان کرتے ہیں۔ یہ ماحول بدترین غفلت اور خیانت کا مظہر ہے۔ اسی طرح ہماری نوجوان نسل اکثر گھنٹوں اور بعض اوقات ساری رات سوشل میڈیا پر لایعنی اور بے مقصد سرگرمیوں کی نذر کر دیتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم اپنے فرائض میں سنگین غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہیں۔ گھریلو ذمہ داریوں سے غفلت کے بارے میں بھی شکایات بڑھ رہی ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ہی

پامال ہو رہے ہیں اور نتیجتاً کچھ بھی حاصل نہیں ہو رہا۔ نہ دنیا کی ترقی، نہ دین کا فائدہ، اور اس سب کے باعث گھریلو اختلافات، بے روزگاری، مالی مشکلات اور بڑھتے ہوئے اخراجات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے جو ہماری زندگی کو مزید پیچیدہ اور دشوار بنا رہے ہیں۔

ان مسائل کا حل صرف یہ ہے کہ ہم اپنے قیمتی وقت کو مفید اور کارگر سرگرمیوں میں صرف کریں اور فضول و بے مقصد کاموں سے خود کو بچا کر وقت کی قدر کریں۔ اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ وقت کی اہمیت کو پہچانیں اور اسے نیک اعمال اور فائدہ مند مصروفیات میں صرف کریں تاکہ ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکیں۔ لایعنی اُمور سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

(ابن حبان، ج۱، ص۴۶۶، رقم: ۲۲۹)

اسلام کے حسن میں یہ بات بھی ہے کہ انسان لایعنی (فضول، بے کار) مشاغل ترک کر دے۔

انسان کو وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔

(حاکم، المستدرک، ج۴، ص۳۴۱، رقم: ۷۸۴۶)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: بڑھاپے سے پہلے جوانی، بیماری سے پہلے تندرستی، تنگ دستی سے پہلے مال داری، مشغولیت سے پہلے فراغت اور موت سے پہلے زندگی کو۔

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے وقت کی قدر و قیمت کی جانب توجہ دلواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، اَلْفَرَاغُ وَالصِّحَّةُ۔

(ابن ابی شیبہ، المصنف، ج:۷، ص:۸۲، رقم: ۳۴۳۵۷)

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں: ایک فراغت اور دوسری صحت۔

ان نصوص کی روشنی میں ہمیں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لینا ہوگا، تاکہ ہم مشکلات کے بھنور سے نکل کر کامیابی و کامرانی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

۳۔ فضول خرچی اور ریاکاری

اسراف یعنی فضول خرچی دراصل ہماری لامحدود اور غیر حقیقت پسندانہ خواہشات کا نتیجہ ہے،

جنہیں ہم ہر قیمت پر پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ان خواہشات کی تکمیل اس دنیا میں کبھی ممکن نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے اسلام نے ہماری خواہشات کی درست رہنمائی کی ہے اور ان کی تکمیل کے لیے حدود و قیود مقرر کی ہیں۔ ہم بے شمار فضول خرچیوں میں ملوث ہیں، جن میں سب سے نمایاں ہماری تقریبات ہیں۔ ہر چھوٹی بات پر تقاریب کا انعقاد کرنا ہمارے فیشن کا حصہ بن چکا ہے۔ تقاریب میں بیش از حد کھانے پینے کا اہتمام اور پھر اس کا ضیاع، ان تقاریب میں خواتین کے ملبوسات اور زیورات کا غیر معمولی اہتمام، یہ نہ صرف فضول خرچی ہے بلکہ ریاکاری بھی ہے۔ دینِ اسلام نے فضول خرچی اور ریاکاری کے سدِّباب کے لیے کیا تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں اور ایسی جائز خوشیوں کو منانے کے لیے کس حد تک خرچ کرنا جائز قرار دیا ہے؟ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ، ازواجِ مطہرات اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے معمولات تاریخِ اسلام کا ایک روشن باب ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے ربّ نے پیش کش کی کہ (اگر میں چاہوں تو) میرے لیے پورے بطحا (مکّہ) کو سونے کا بنا دیا جائے، مگر میں نے کہا: نہیں، میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن میں سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار فرمائی، اور جب بھوک لگے تو تیرے سامنے تضرع (گریہ و زاری) کروں اور تجھے یاد کروں، اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں اور تیری حمد کروں۔

(ترمذی، ج۴، ص۱۵۵، رقم: ۲۳۵۴)

آپ ﷺ نے اہلِ قناعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ شخص کامیاب ہوگیا جو اسلام لایا اور گزر اوقات کے مطابق اسے رزق مل گیا اور اللہ نے اسے قناعت کی دولت سے نوازا۔ (ترمذی، ج۴، ص۱۵۶، رقم: ۲۳۵۵)

☆ ریاکاری کو بھی ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ دینی اُمور میں اس کے نقصانات بالکل واضح ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ رَاءٰى رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ۔

(مسلم: رقم ۲۹۸۶، نسائی، کبریٰ، ج۶، ص ۵۲۲، رقم: ۱۱۷۰۰)

جس نے اپنا کوئی عمل دکھاوے کے لیے کیا، اللہ تعالیٰ اس کی رُسوائی کا سامان کرے گا، اور جس کسی نے اپنا کوئی عمل ریاکاری کی نیت سے کیا تو اللہ اس کے راز لوگوں پر عیاں کر دے گا۔

اس بنا پر ہماری کوشش و خواہش ہونی چاہیے کہ ان خطرناک اُمور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور ان عام ہو جانے والی بُرائیوں سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کریں۔

۴۔ جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت

جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت ہماری معاشرتی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ اسلام نے ان قبیح امور سے شدت سے منع فرمایا ہے مگر اس کے باوجود ہم ان عادات میں اس حد تک ملوث ہیں کہ ان سے نکلنا ممکن نہیں رہا۔

آپ ﷺ نے جھوٹ کو نفاق کی علامت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس شخص میں چار عادتیں ہوں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان چار میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ پھر ان علامات کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا:

۱- جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۲- جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳- جب کسی سے عہد کرے تو اسے دھوکا دے۔

۴- جب کسی سے لڑے تو گالیوں پر اُتر آئے۔

(بخاری، ج۱، ص۱۶، رقم: ۳۴)

☆ اسی طرح عہد اور وعدے کا ایفا کرنا بھی ضروری ہے اور وعدہ خلافی کی سخت وعید قرآنِ حکیم میں وارد ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡــُٔوۡلًا۔ (الاسرا، ۱۷: ۳۴)

”بے شک وعدہ کی ضرور پوچھ گچھ ہو گی۔“

ہمارے معاشرے میں جھوٹ کی مختلف اقسام کا رواج ہے، جو عام روزمرہ کے جھوٹ سے شروع ہو کر گواہی، قسم اور شہادت میں غلط بیانی، جھوٹے سرٹیفکیٹس، وکلا کی طرف سے غلط مقدمات کا انتخاب، جھوٹی سفارشات، ناپ تول میں کمی، تجارتی دھوکہ دہی، صحافتی رپورٹنگ میں غلط معلومات فراہم کرنا، اور حکومتی و سیاسی سطح پر جھوٹ بولنا تک پھیل چکی ہیں۔ ان تمام اقسام سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہی جھوٹ ہمارے معاشرتی مسائل اور موجودہ مشکلات کا ایک اہم سبب بن چکے ہیں۔

☆ خیانت اور بے ایمانی کی بیماری بھی ہمارے معاشرے میں اتنی گہری اور وسیع ہو چکی ہے کہ اس سے نجات حاصل کرنا اب ایک سنگین چیلنج بن چکا ہے۔ امانت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام، چیز یا مال کو اعتماد اور بھروسے کے ساتھ دوسرے فرد کے حوالے کرتا ہے، تو اس کا یہ یقین ہوتا

ہے کہ وہ شخص اپنی ذمہ داری کو پورے اخلاص اور ایمانداری کے ساتھ نبھائے گا اور اس میں کسی قسم کی غفلت یا کوتائی نہیں برتی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ (النساء، ۴: ۵۸)

” بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُنہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اَہل ہیں، اور جب تم لوگوں پر حکومت کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کیا کرو (یا: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و اِنصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو)۔“

آپ ﷺ کے متعدد فرامین سے بھی خیانت کی مذمت اور امانت کی حفاظت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

” جس شخص کے اندر امانت نہیں، اس کے اندر ایمان نہیں، اور جس شخص میں عہد کا پاس نہیں، اس کے پاس دین نہیں“۔ (احمد، المسند، ج ۳، ص ۵۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چار چیزیں تمھیں میسر ہوں تو دنیا کی کسی چیز سے محرومی تمھارے لیے نقصان دہ نہیں: ۱- امانت کی حفاظت کرنا، ۲- سچ بولنا، ۳- خوش خلقی اختیار کرنا، ۴- روزی میں پاکیزگی اختیار کرنا۔ (احمد، ج ۲، ص ۳۷۰، رقم: ٦٦١۴)

'امانت' کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے دائرے میں شامل کرتا ہے۔ ہر شخص کا اپنے معاملات اور معمولاتِ زندگی میں سچ بولنا، دوسروں کے حقوق کو بروقت ادا کرنا اور اپنی ذمہ داریوں کی کماحقہ ادائیگی کرنا امانت داری ہی کی صورتیں ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَدُّوْا الْخِيَاطَ وَالْمَخِيْطَ وَاِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ، فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰى اَهْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (دارمی، ج ۲، ص ۳۰۲، رقم: ۲۴۸۷)

دھاگا اور سوئی (تک) ادا کر دو، اور خیانت سے بچو، اس لیے کہ یہ خیانت قیامت کے دن عار اور ندامت کا باعث ہو گی۔

جس طرح امانت کا مفہوم وسیع ہے، اسی تناظر میں خیانت کا بھی ایک وسیع مفہوم ہے۔ ملازمت کے اوقات میں خیانت، ذمہ داریوں کی ادائیگی میں غفلت، علمی خیانتوں سے لے کر عملی خیانت تک۔ ہم اکثر وقت پر دفاتر نہیں پہنچتے، اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری سے ادا نہیں کرتے، دوسروں کے حقوق کے

معاملے میں خیانت کرتے ہیں اور لین دین میں اپنے مفادات کو ترجیح دے کر دوسروں کو نقصان پہنچانا عام بات بن چکی ہے۔ یہ تمام چیزیں خیانت کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر لحاظ سے سخت ممنوع ہیں۔

ہمارے موجودہ مسائل کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم سچائی، ایفائے عہد اور امانت و دیانت کے اسلامی اصولوں کا صحیح طور پر پاس نہیں رکھتے، جن کی اہمیت قرآن و حدیث میں بار بار بیان کی گئی ہے۔ ان اصولوں کو اختیار کیے بغیر کسی فلاحی معاشرے کا قیام ممکن نہیں ہے۔

۵۔ رزقِ حلال کی ناگزیریت اور اہمیت

ہماری بہت سی مشکلات کا بنیادی سبب رزقِ حلال پر کفایت نہ کرنا ہے۔ ہمارا مقصد صرف دولت کمانا بن چکا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو۔ نتیجتاً اکثریت کے سامنے حلال و حرام کا کوئی واضح فرق نہیں رہا، اور جو لوگ اس کا کچھ حد تک خیال رکھتے ہیں، وہ بھی مختلف حیلوں، بہانوں سے ہر چیز کو جائز سمجھ لیتے ہیں۔ یہ حرام رزق ہماری مال و دولت، زندگی اور کام میں برکت کو ختم کر دیتا ہے اور ہماری مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے جہاں حلال رزق کمانے کی سخت ترغیب دی ہے، وہیں حرام سے بچنے کے لیے بھی واضح ہدایت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ

حلال روزی کا طلب کرنا (دوسرے) فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۷۴)

حرام کمائی سے اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّهٗ لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ۔

بلاشبہ حرام کمائی سے پلنے والا گوشت جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔(دارمی، ج۲، ص۴۰۹، رقم:۲۷۷۶)

اسی طرح ایک موقع پر حرام کمائی سے صدقہ و خیرات کرنے والوں کی بابت فرمایا کہ جس شخص نے بُرائی کے ذریعے مال کمایا، پھر اس کے ذریعے صلہ رحمی کی، یا اس سے صدقہ کیا، یا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کیا، تو یہ سارا مال جمع کر کے اس کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

(ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ج۱، ص۱۰۲)

۶۔ نااُمیدی اور توقعات

جو مسائل آج ہمیں ذاتی طور پر درپیش ہیں اور ہمارے گھروں کو کسی نہ کسی طرح متاثر کر رہے ہیں، ان کے نقصانات اپنی جگہ اہم ہیں، مگر ان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ہم نااُمیدی کی ایک خطرناک نفسیاتی حالت میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ مستقبل کے بارے میں منفی خیالات ہمارے ذہنوں میں پروان چڑھتے جا رہے ہیں، جو ہمیں مایوسی کی طرف دھکیلتے ہوئے ہمیں مختلف نفسیاتی و جسمانی بیماریوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا چاہیے تاکہ ہم اس منفی کیفیت سے نکل سکیں، کیونکہ اس طرح کی سوچ اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اسلام تو ہمیں اللہ تعالیٰ پر مضبوط ایمان رکھنے کی تعلیم دیتا ہے، جو ہر حال میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیتا ہے اور مصائب و مشکلات کے سامنے ہمارے استقلال کو قائم رکھتا ہے۔

انسان ایک طرف خوف، شکستگی، بے بسی اور دوسری طرف دنیاوی لذتوں سے فائدہ اٹھانے میں مگن ہے اور قابلِ تعجب امر یہ ہے کہ ان دونوں حوالوں سے ہم انتہا پر ہیں۔ یہ دونوں انتہائیں انسان کی حقیقی کامیابی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسلام ان میں سے کسی ایک بھی انتہا کو پسند نہیں کرتا ہے بلکہ وہ ایک معتدل راستہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کا پیغام یہ ہے کہ خوف و امید کے توازن سے ایسی متوازن کیفیت پیدا کی جائے جہاں ایک طرف اللہ کا خوف ہمیں برے اعمال سے روکے تو دوسری طرف اللہ کی رحمت کی امید ہمیں زندگی کے آخری لمحے تک کوشش اور جدوجہد کی ترغیب دے۔

اسلام کے نزدیک نااُمیدی اور مایوسی کا تعلق گمراہی سے ہے۔ اگر ہم حق کی راہ پر گامزن ہوں تو نااُمیدی ہمیں چھو کر بھی نہیں گزر سکتی۔ نااُمیدی اسلام کے مزاج کے بالکل برعکس ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآنِ مجید میں ہماری رہنمائی کر رہا ہے کہ

قَالَ وَمَنۡ يَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ۔ (الحجر،۱۵: ۵۶)

”ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا اور کون مایوس ہو سکتا ہے۔“

قرآنِ مجید نے اُمید کا تعلق مومنین سے قائم کیا ہے کہ اللہ کی رحمت کی اُمید صرف مومن ہی رکھ سکتا ہے۔ فرمایا:

وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا۔

”حالاں کہ تم (مومنین) اللہ سے (اجر و ثواب کی) وہ امیدیں رکھتے ہو جو اُمیدیں وہ (کفار) نہیں رکھتے۔ اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔“ (النساء،۴: ۱۰۴)

اللہ کے بارے میں حُسنِ ظن کا یہی مفہوم ہے کہ اس کی رحمت کی اُمید رکھی جائے اور اس پر ہر حال میں اور ہر کام میں بھروسا کیا جائے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنَا عِنۡدَ ظَنِّ عَبۡدِیۡ فَلۡيَظُنَّ بِیۡ مَا شَآءَ

(دارمی، ج ۲، ص ۳۹۵، رقم: ۲۷۳۱)

میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، سو وہ جو چاہے میرے بارے میں گمان رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن کے دل میں خوف اور اُمید کی دونوں کیفیات بیک وقت موجود ہونی چاہئیں۔ ایک طرف جہاں وہ اپنے گناہوں کی بازپرس اور غلطیوں پر عذاب کا خوف رکھتا ہے، وہیں دوسری طرف اللہ کی بے پایاں رحمت کی اُمید بھی اس کے دل میں موجود رہنی چاہیے۔ یہ دونوں کیفیات اس لیے ضروری ہیں کہ خوف اسے گناہوں اور معاصی میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے جبکہ اُمید اور اللہ کی رحمت اسے مایوسی اور شکستگی سے بچاتی ہے۔ اُمید اس کی آرزوؤں کو جلا بخشتی ہے اور اس کے عزائم کو بلند کرتی ہے جو کہ زندگی کی جدوجہد میں مصروف رہنے کے لیے نہایت اہم ہیں۔ خوف اور اُمید کی یہ معتدل کیفیت ہمیں مایوسی اور نااُمیدی کی فضا سے باہر نکال سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی اُمید پر ہم مصائب اور مشکلات کے وقت میں دوبارہ جدوجہد کی طاقت حاصل کر سکتے ہیں۔

خوداحتسابی

نئے سال کے تناظر میں فکر انگیز تحریر

ساحل کاشمیری

اس حقیقت سے کوئی مفر نہیں کہ وقت کبھی نہیں ٹھہرتا، پہیہ حیات ہر لحظہ رواں دواں رہتا ہے۔قدرت کا نظام یہی ہے کہ جو آیا ہے اُسے جانا ہی ہے، چاہے وہ انسان ہو یا وقت۔ جس طرح وقت اپنی رفتار سے گزرتا چلا جارہا ہے، اسی طرح حیاتِ انسان کے دن اور سال بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔انسان جس لمحہ دنیا میں آتا ہے، اسی وقت سے ہی اس کی متعینہ عمر کے کم ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گزرا ہوا سال حسیں یادیں، خوشگوار لمحات وواقعات، تلخ تجربات اور غم واندوہ سے بھرپور حادثات ساتھ لیے رخصت ہو جاتا ہے اور حیاتِ انسانی کے بے ثبات وعدم پائیدار ہونے کا پیغام دے جاتا ہے۔سال ختم ہوتا ہے تو حیاتِ مستعار کی بہاریں بھی ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی معینہ مدتِ زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔

سال ایک فرد کی انفرادی و نجی زندگی کا بہت بڑا دورانیہ ہوتا ہے۔ایک سال کے اندر انسان کئی منصوبے،ان گنت ارادے اور کتنے ہی اندازے ترتیب دیتا ہے مگر سال کے اختتام پر سوچتا ہے کہ ان میں سے کتنے پایہ تکمیل کو پہنچے، کتنے ہنوز زیرِ تکمیل ہیں اور کتنے ہیں جو محض ہوا میں تحلیل ہو کر آرزوؤں، خواہشات اور امنگوں کی صورت اختیار کر کے وقت کی دبیز تہہ میں دب کر قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ان میں سے کچھ کی کسک سینے میں چبھتی رہتی ہے اور کچھ نسیان کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

سال 2024ء ہم سے رخصت ہوا اور سال 2025ء کو ہم خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ ہر نیا آنے والا سال در حقیقت خود احتسابی اور اپنے اعمال واحوال پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور دین و دنیا دونوں حوالوں سے گزشتہ سال کی سرگرمیوں پر غور کرنے اور آئندہ سال میں اپنے آپ کو بہتر بنانے کے عزم کے ساتھ اس کی تیاری کرنے کی طرف راغب کرتا ہے۔

نئے سال کا آغاز ہمیں دو کاموں کی طرف متوجہ کرتا ہے:

۱۔ خود احتسابی ۲۔ آئندہ کا لائحہ عمل

خود احتسابی

انگریزی سال 2024ء اختتام پذیر ہو چکا اور 2025ء کا آغاز ہو چکا ہے۔ بطور مسلمان ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری زندگیوں سے ایک سال کم ہو گیا ہے، جب کسی کی دولت کم ہونے لگتی ہے تو وہ اس پر خوشی کا اظہار نہیں کرتا بلکہ مغموم ہوتا ہے مگر مسلمان کی خوشی اور اُس کے غم کا انحصار اُس کے اعمال پر ہوتا ہے۔ اعمال اچھے ہیں تو یہ معاملہ باعث مسرت و شادمانی ہے اور اگر اعمال و عبادات کی بجاآوری میں کوتاہی ہے تو یہ غم اور آزار والی کیفیت اور لمحہ فکریہ ہے۔ ہمیں ہر لحظہ اپنا احتساب کرنا ہے کہ ہمارے بیتے ہوئے لمحوں میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کتنی ہے اور نافرمانی کتنی ہے؟ نفس کے محاسبہ کی یہ فکر تکبر، غفلت اور گمراہی سے بھی بچاتی ہے۔

ہمیں بدلتے ہوئے ماہ و سال میں اس بات کا محاسبہ کرنا ہے کہ ہم نے اللہ اور اُس کے بندوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو کس حد تک نبھایا؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کتنا خیال رکھا، اللہ سے جو عہد نماز پنجگانہ کی ادائیگی کی صورت میں کر رکھا ہے ہم نے کس حد تک اس عہد کی پابندی کی اور وہ فرائض جو اللہ کی طرف سے ہمارے ذمہ ہیں انہیں کس حد تک ادا کر سکے؟ ہم کس حد تک اللہ کے دیئے ہوئے وقت اور مہلت کا مثبت اور بہتر استعمال کر سکے اور بندوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو نبھا سکے؟

مومن کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ اُس کا آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوتا ہے، اسی میزان پر ہمیں اپنے روز و شب کو پرکھنا چاہیے اور پھر نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ ہمارے گزرے ہوئے لمحے آنے والے لمحوں سے کس اعتبار سے بہتر اور نفع بخش ہیں؟ اگر ہم دیانت داری کے ساتھ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہیں اور ہمیں اس محاسبہ کے دوران اپنے اعمال میں کچھ کوتاہیاں نظر آتی ہیں تو پھر تائب ہونے اور اصلاح کے لیے رتی برابر بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا۔

(ترمذی، ۴: ۷ ۱۲۴، ابواب الزہد)

تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمھارا حساب کیا جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کتنا زندہ رہنے کی توقع ہے؟ عرض کیا کہ ایک جوتا تو پہن چکا ہوں دوسرے کی خبر نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے تو بہت لمبی امید باندھ لی اور پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے تو آنکھ جھپکنے کی بھی توقع نہیں کہ اتنی مہلت بھی ملے گی کہ نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور اس کے علم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس پر کہاں تک عمل کیا۔"

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

من استوی یوماہ فھو مغبون ومن کان آخر یومہ شرا فھو ملعون ومن لم یکن علی الزیادۃ فکان علی النقصان ومن کان علی النقصان فالموت خیرلہ۔ (مسند الفردوس للدیلمی، ۳: ۶۱۱)

"جس شخص کے دو دن یکساں گزرے، وہ نقصان میں ہے، جس کا کل اس کے آج سے بہتر نہ ہو، وہ ملعون ہے، جس کے عمل میں زیادتی نہ ہوئی ہو، وہ گھاٹے میں ہے اور جس کے عمل میں کمی ہو گئی ہے، اس کے لیے مرنا ہی بہتر ہے۔"

☆ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ تیرا ایک حصہ بھی گزر گیا۔"

☆ امام رازیؒ فرماتے ہیں: "میں نے اس نقصان کو برف فروش کی صدا سے پہچانا جو باآواز بلند پکارتا چلا جارہا تھا کہ لوگو! میرا سرمایہ پگھلتا چلا جارہا ہے، کوئی تو خرید لو۔

نیا سال ہمیں دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا ہے اور کیا پایا ہے؟ ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں۔

نئے سال کا لائحہ عمل

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل پر توجہ دینی ہو گی۔ دیکھنا ہو گا کہ ہماری کیا کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور یا کم کیا جاسکتا ہے؟ انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے غلطیاں تو ہو سکتی ہیں مگر کسی غلطی کا ارتکاب اتنا برا نہیں جتنا اس غلطی کو دہراتے چلے جانا اور اس سے سبق حاصل نہ کرنا برا ہے۔ ذیل میں چند نکات بیان کر رہے ہیں جن کو اپنا کر ہم آنے والے سال کو کامیاب اور سود مند بنا سکتے ہیں:

ا۔ مقصد کا تعین

ہمارا مقصد روزِ اول سے ہی ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ انسان کی حیات، جذبات، خیالات اور اعمال کو ایک خاص سمت اور راستہ فراہم کرتا ہے۔ جب انسان واضح، ٹھوس اور غیر متزلزل مقصد رکھتا ہے تو وہ اپنی جدوجہد اور کاوشیں صحیح راستے پر صرف کرتا ہے اور قدم بہ قدم کامیابی و کامرانی کی طرف بڑھتا ہے۔ بہترین زندگی وہ ہی ہے جو با مقصد ہے۔ اگر کوئی مقصد متعین نہیں ہے تو

زندگی سالوں اور صدیوں کی بھی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس لیے کہ بے مقصد زندگی سے بامقصد موت بہتر ہے۔اس لئے ہمیں اپنی زندگی کو بامقصد بنانے کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔

۲۔ وقت کی قدر

ہر انسان کے لئے اس کا قیمتی سرمایہ اس کا وقت ہے اور یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ انسان اگر اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ وقت کا بہترین استعمال انسان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو نکھارتا ہے اور انسان کو اپنی ذاتی ترقی کے ساتھ ساتھ مقاصد کے حصول میں ترغیب دیتا ہے۔جب انسان دیکھتا ہے کہ اس کا وقت ایک خاص اور صحیح سمت میں گزر رہا ہے تو اسے مزید محنت اور جدوجہد کرنے کی تحریک ملتی ہے۔اسلام میں وقت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْعَصْرِ (العصر:۱) ’’قسم ہے زمانے کی۔‘‘

یہ آیت ہمیں وقت کی اہمیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر وقت (زمانے) کی قسم کھا رہا ہے تو واقعتاً یہ ہمارے لیے ایک عظیم نعمت ہے اور اس کا ضیاع انسان کے لیے خسارے کا باعث ہے۔وقت کا بہترین استعمال انسان کی کامیابی کی ضامن ہے۔ وقت کا ضیاع صرف حسرت و پچھتاوے اور ندامت کا باعث ہے۔جو لمحہ ایک بار ہاتھ سے نکل گیا، وہ دوبارہ ہاتھ میں نہیں آسکتا، لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان آغاز ہی میں انجام کو مدِ نظر رکھے، تاکہ حسرت و پچھتاوے کی نوبت نہ آئے۔

۳۔ مؤثر منصوبہ بندی

موثر منصوبہ بندی انسان کے مقصد و نظریہ کو حقیقت میں بدلنے کے لئے ایک عملی راستہ فراہم کرتی ہے۔اس کے ذریعے ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اپنے مقصد تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھانے پڑیں گے۔وقت کا موثر استعمال کامیاب منصوبہ بندی کا اہم حصہ ہے۔ اپنی منزل کو حاصل کرنے کے لئے وقت کا بہترین استعمال کارآمد ثابت ہوتا ہے۔اپنے نظریے کو ہمیشہ غیر متزلزل اور حکمت عملی کو لچکدار رکھنا چاہیے تاکہ مقصد کی طرف پیش رفت کرتے ہوئے ہر طرح کے مراحل و مواقع پر جدوجہد رکنے نہ پائے بلکہ جاری رہے۔جب انسان اپنی زندگی کے لئے ایک واضح اور منظم منصوبہ تیار کرتا ہے، تو وہ اپنی توانائیوں، وقت، اور وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنے مقاصد کی طرف کامیابی سے بڑھتا ہے۔یہاں پر ایک بہترین اور موثر منصوبے سے مراد صرف ایک ذہنی خاکہ نہیں بلکہ عملی اقدامات اور حکمت عملیوں کا مجموعہ ہے۔اپنی پیشرفت کو باقاعدہ چیک کیا جانا چاہیے تاکہ کامیابی اور ناکامی دونوں صورتوں میں بندہ کچھ نیا سیکھ سکے اور مزید بہتری کے لئے جدوجہد کرے۔

۴۔ تعمیرِ شخصیت

شخصیت کی تعمیر کا عمل انسان کی باطنی صفات، عادات، رویوں اور زندگی کے تجربات کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک مضبوط اور مثبت شخصیت انسان کو اپنے مقصد کے حصول میں مدد دیتی ہے اور اس کی زندگی کو نہ صرف نجی بلکہ معاشرتی سطح پر بھی کامیاب اور مؤثر بناتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر کا پہلا قدم خود شناسی ہے۔ انسان سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اس کی خوبیاں، خامیاں، کمزوریاں، خواہشات اور مقاصد کیا کیا ہیں۔ یہ عمل انسان کو اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے میں مدد دیتا ہے اور وہ دوسروں سے متاثر ہونے کے بجائے اپنی معاشرتی و مذہبی اقدار کے اندر رہتے ہوئے بہترین فیصلہ کرتا ہے۔ ایک انسان کو ہمیشہ مسلسل سیکھنے اور ترقی کرنے کے لئے تگ ودو کرنی چاہیے۔ وہ جتنا زیادہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کا نظریہ وسیع اور گہرا ہوتا ہے، جو اسے زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے بہتر فیصلے کرنے میں مدد دیتا ہے۔

تعمیرِ شخصیت میں خود اعتمادی کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ خود اعتمادی، جستجوئے من اور صلاحیتوں کو نکھارنے کا سبب بنتی ہے۔ زندگی میں مشکلات، ناکامیاں اور چیلنجز آتے ہیں لیکن ایک مضبوط شخصیت وہ ہوتی ہے جو ان کا مقابلہ ثابت قدمی کے ساتھ کرتی ہے۔

۵۔ احساس ذمہ داری

احساس ذمہ داری بھی انسان کی ذاتی اور معاشرتی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ احساس انسان کو زیادہ مستحکم، متحرک اور مؤثر بناتا ہے، جس سے وہ اپنی زندگی کے مقاصد کی طرف کامیابی سے بڑھتا ہے۔ جب انسان اپنے اعمال کے نتائج کے لئے خود کو ذمہ دار سمجھتا ہے، تو وہ اپنے کام اور جدوجہد میں مزید تیزی اور پائیداری لے آتا ہے۔ یہ احساس فرد کو معاشرتی تبدیلی لانے، دوسروں کی مدد کرنے اور دنیا کو بہتر بنانے کی طرف مائل کرتا ہے۔ جب انسان اپنے کاموں کے لئے جوابدہ ہوتا ہے تو اس کی شخصیت میں اعتماد اور صداقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ اخلاقی قوت فرد کو اپنے کاموں میں ایمانداری اور سچائی کے ساتھ آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہے۔

۶۔ ایجاد و تقلید

ایجاد اور تقلید دو اہم تصورات ہیں جو کسی بھی انسان کے مقصد اور ترقی کے حوالے سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ایجاد کا مطلب ہے نئے خیالات، طریقے یا حل تخلیق کرنا۔ یہ عمل انسان کو جدید سوچ، تبدیلی اور ترقی کی طرف لے جاتا ہے تاکہ وہ موجودہ حالات اور چیلنجز سے بہتر طور پر نمٹ سکیں۔ تقلید کا مطلب ہے موجودہ خیالات یا طریقوں کو نقل کرنا یا اپنانا۔ یاہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی

صاحب جمال و جلال اور صاحبِ دانش کی پیروی کرنا۔ایک نظریاتی شخص کے اندر ہمیشہ یہ دونوں صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔وہ خود سے نئی چیز تخلیق کرنے کی مہارت تامہ بھی رکھتا ہے اوراس کے اندر اس قدر اہلیت بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے سے برتر نظریہ، جماعت یا شخص کی اقتداء کر سکے۔

۷۔ آخرت کے بارے میں فکر کریں

جس طرح سال ختم ہو گیا، ویسے ہی ہماری دنیوی زندگی بھی ایک دن ختم ہو جائے گی۔ لہذا اس دنیوی زندگی کا اختتام یاد رکھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

دنیا میں ایسے رہو جیسے تم اجنبی ہو یا مسافر۔ (صحیح بخاری: ۶۴۱۶)

یعنی یہ ہمارا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے بلکہ ہم نے دارالبقا کی طرف رخصت ہو جانا ہے۔اس لیے ہمیں زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ فکرِ آخرت کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے اوراس کی بھرپور تیاری کرنی چاہیے۔

خلاصۂ کلام

گزرا سال جہاں ہمیں خود احتسابی کا درس دیتا ہے وہیں پر ہمیں نئے سال کے لئے حکمت عملی اپنانے کا بھی بتاتا ہے۔ ہمیں دونوں باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی ذات کا محاسبہ بھی کرنا ہے اور نئے سال کو بہتر بنانے کے لئے لائحہ عمل بھی بنانا ہے اور بھرپور سال اس پر عمل بھی کرنا ہے۔ ہمیں حضور ﷺ کی اس حدیث کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے کہ ’’ مومن وہ ہے جس کا ہر آنے والا دن گزرے دن سے بہتر ہو۔‘‘

غرض یہ کہ ہمیں سال کے اختتام پر اپنی ذات کا محاسبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنی چاہیے، جو فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی یا گناہ ہوئے، ان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور نئے سال کی ابتدا پر پختہ ارادہ کریں کہ زندگی کے باقی ماندہ ایام میں اپنے مالکِ حقیقی کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے اور منکرات سے بچ کر اللہ کے احکام کو اپنے نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق بجالائیں گے اور اپنی ذات سے اللہ کی کسی مخلوق کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ آنے والا سال پوری انسانیت بالخصوص مسلمانوں کے لیے امن، سلامتی، بھائی چارے، باہمی ہم آہنگی، امن اور خوشحالی کا پیغام لائے۔

منہاج القرآن کی مرکزی قیادت
کی دعوتی، تحریکی اور تنظیمی سرگرمیاں

خصوصی رپورٹ

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورۂ یونان

گذشتہ ماہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل) چار روزہ تنظیمی دورے پر یونان تشریف لے گئے۔ ایتھنز ایئرپورٹ پر منہاج یورپین کونسل اور یونان کے ذمہ داران نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر منہاج یورپین کونسل کے صدر بلال اوپل بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے اس دورہ کی اجمالی رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

ا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی شہرۂ آفاق کتاب ”دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور“ کی یونان کے شہر ایتھنز میں تقریبِ رونمائی منعقد ہوئی۔ تقریبِ رونمائی میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ممتاز شخصیات میں پاکستان کے قائمقام سفیر عظیم خان، نادیہ ڈیگاڈو صدر (ہلینک اینڈ میکسیکو چیمبر آف کامرس)، وسیلس (سی ای او اکاؤنٹنٹ کمپنی) ایتھنز، ستاورو دراکوس بینک مینجر نیشنل بینک گریس، عرب کمیونٹی سے محمد ذکی سید (امام و خطیب سرکاری جامع مسجد ایتھنز یونان)، سید ایحاب، محمد الدجی، محمد حشام، عبدالرحیم ودیگر شامل تھے۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ”دستورِ مدینہ“ کے اہم نکات کو بیان کیا کہ میثاقِ مدینہ کے ذریعے مختلف مذاہب اور قبائل کو ایک سماجی معاہدے کے تحت متحد کیا گیا۔ اس دستور نے انسانیت کو معاشرتی

انصاف، مساوات، اور فلاح و بہبود کا شعور فراہم کیا۔ ریاستِ مدینہ کے قیام نے امن، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی عظیم مثال قائم کی، جہاں قانون کی حکمرانی برقرار رہی۔

تقریب میں پاکستانی کمیونٹی کے رہنماؤں، سفارت کاروں اور مختلف سیاسی، سماجی، مذہبی و صحافتی شخصیات نے شرکت کی۔ شرکاء نے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی ریاستِ مدینہ کے حوالے سے شاندار تحقیق کو سراہا اور کہا کہ یہ کتاب ریاستِ مدینہ کے فلاحی اور منصفانہ نظامِ حکومت کے اسلامی اصولوں کو سمجھنے میں مددگار ہے۔ تقریب میں صدر منہاج القرآن یورپین کونسل محمد بلال اُپل، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل سویڈن بابر شفیع شیخ، امیر تحریک یونان غلام مرتضیٰ قادری، ڈائریکٹر منہاج القرآن یونان حافظ محمد نواز ہزاروی، صدر یونان ارسلان خرم چیمہ، چودھری شہزاد، اور منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان کے جملہ فورمز کے قائدین و کارکنان سمیت سیاسی، سفارتی، مذہبی، سماجی، صحافتی شخصیات اور عرب کمیونٹی کی ممتاز شخصیات شریک ہوئیں۔

۲۔ منہاج اسلامک سنٹر ریندی ایتھنز میں منعقدہ ورکرز کنونشن میں چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی اور تنظیمی و تربیتی گفتگو کی۔ تقریب میں منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان اور اس کے ذیلی فورمز کے جملہ عہدیداران، دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والی ذیلی تنظیموں کے صدور، ناظمین، اور رفقاء و وابستگان نے بھرپور شرکت کی۔ صدر ایم کیو آئی یونان ارسلان خرم چیمہ نے نیشنل ایگزیکٹو کونسل اور ذیلی سینٹرز کی کارکردگی پر تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ذمہ داران کی محنت اور کارکردگی کو سراہا اور انہیں مبارکباد دی۔ ورکرز کنونشن میں تنظیمی امور میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ذمہ داران کو اعزازی شیلڈز اور سرٹیفکیٹس دیے گئے۔

۳۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے منہاج القرآن انٹرنیشنل انوفیتا یونان کے ذیلی مرکز میں منعقدہ میلاد النبی ﷺ کی پرنور تقریب میں شرکت کی اور خطاب کیا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تعلیماتِ مصطفی ﷺ انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہیں جو ہمیں زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو میں اخلاق، عدل وانصاف، محبت و شفقت اور ہمدردی کی وہ روشن مثالیں موجود ہیں جو ہماری فلاح کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے نہ صرف فرد کی شخصیت میں نکھار آتا ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام میں اصلاح آتی ہے۔ ہمیں اپنی زندگیوں میں آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنانا چاہیے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

چیئرمین سپریم کونسل نے تنظیمی امور میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ذمہ داران، رفقاء وابستگان اور ذیلی تنظیمات مرکز انوفیتا کی ٹیم، مرکز سیماتاری کی ٹیم اور حاجی فیصل محمود چوہدری، محمد عامر برنالی، طاہر حسین کو خصوصی شیلڈز دیں۔ اس تقریب میں MQI یونان بالخصوص MQI نوفیتا یونان کے جملہ قائدین وکارکنان شریک ہوئے۔

☆ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان کے نئے ذیلی مرکز اینوفیتا کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر منہاج یورپین کونسل کے صدر بلال اپل، یونان میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر ارسلان خرم چیمہ، جملہ فورمز کے عہدیداران اور منہاج القرآن ذیلی مرکز اینوفیتا کے صدر شاہد اکرم بھی موجود تھے۔ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ذیلی مرکز اینوفیتا کی پوری ٹیم کو نئے مرکز کی خریداری پر مبارکباد دی اور ان کی محنت کو سراہا۔

۴۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ذیلی مرکز تھیوا کا دورہ کیا۔ ذیلی مرکز تھیوا کے صدر محمد شہباز قادری نے اپنی ایگزیکٹو ٹیم اور کارکنان کے ہمراہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا پرتپاک استقبال کیا۔ صدر ایم کیو آئی یونان ارسلان خرم چیمہ نے مرکز تھیوا کی خریداری کے مراحل پر مشتمل تفصیلی کارکردگی رپورٹ پیش کی، جسے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خوب سراہا۔ انہوں نے مرکز کی خریداری پر تنظیم کے سرپرست راجہ وسیم، صدر شہباز احمد قادری، ناظم میاں عزیز احمد اور ان کی ٹیم کو خصوصی مبارکباد دی، ان کے لیے نیک تمناؤں اور دعاؤں کا اظہار کیا، اور ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے خصوصی ایوارڈ کا اعلان کیا۔ اس موقع پر منہاج القرآن ذیلی مرکز برہامی کی قیادت کو ان کی بہترین کارکردگی پر خصوصی شیلڈ حُسن کارکردگی دی گئی، جو ان کے کام اور تنظیمی اقدامات کا اعتراف ہے۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان کی جانب سے ذیلی مرکز تھیوا کو بہترین کارکردگی پر شیلڈ سے نوازا گیا۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ منہاج القرآن کے مراکز دنیا بھر میں روحانی، تنظیمی اور تعلیمی ترقی کی علامت ہیں، اور تھیوا مرکز کی کامیابیاں اس مشن کا تسلسل ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے مقامی دیموس ہال ایتھنز میں منعقدہ 29 ویں سالانہ محفل میلاد النبی ﷺ میں خصوصی شرکت اور خطاب کیا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خطاب میں کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات محبت، امن اور اخلاقیات کا کامل نمونہ ہے۔ موجودہ مادی دور میں ہمیں سیرت النبی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اپنے کردار اور اخلاق کو سنوارنے کی اشد ضرورت ہے۔ آقا کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دوسروں کے حقوق کا تحفظ، عزتِ نفس کی پاسداری اور برائیوں سے اجتناب کو یقینی بنانا چاہیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعل راہ

ہے۔ دکھی انسانیت کی خدمت، عزت و آبرو کا تحفظ، اور محبت و امن کا فروغ دینِ اسلام کے بنیادی اُصول ہیں۔ اگر ہم دنیا و آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دلوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سے منور کریں اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوں۔

اس عظیم الشان محفل میں یورپ بھر سے ممتاز شخصیات، پاکستانی کمیونٹی کے سیاسی، سماجی، مذہبی اور صحافتی نمائندوں نے شرکت کی۔ یونان بھر سے پاکستانی کمیونٹی بڑی تعداد میں موجود تھی۔ دور دراز علاقوں سے لوگ اس روحانی اجتماع کا حصہ بنے۔ محفل کے اختتام پر صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان ارسلان خرم چیمہ نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے اعزاز میں ایتھنز میں مسلم لیگ ق یونان چودھری مدثر خادم سوہل کی طرف سے ظہرانے کا اہتمام کیا گیا جس میں ایتھنز اور یونان کی نمائندہ شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔

منہاج القرآن یوتھ لیگ کا 36 واں یومِ تاسیس: قومی یوتھ کنونشن سے
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خطاب

گزشتہ ماہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے گجرات میں منہاج یوتھ لیگ کے 36 ویں یومِ تاسیس کے سلسلے میں منعقدہ قومی یوتھ کنونشن میں خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ اس موقع پر انھوں نے نوجوانوں کو دینِ اسلام کی اصل روح کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کی کہ نوجوان اسلام، پاکستان اور کا فخر ہیں، اسی لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی تربیتی مساعی کا مرکز ہیں۔ تحریکِ منہاج القرآن نوجوان نسل کی اخلاقی، روحانی، اور معاشرتی تربیت پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ نوجوان وقت کی قدر کریں، حصولِ علم پر توانائیاں صرف کریں، مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کریں، صدق و صفا امانت و دیانت کو اپنا شعار بنائیں، یہی اقدار ہمارے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کو اپنی زندگی کا مرکز بنائیں۔ نماز، تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، اور روحانی عبادات کے ذریعے اپنے دل کو اللہ کی محبت سے روشن کریں۔ نوجوان اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے معاشرے میں امن، بھائی چارے، اور خدمت انسانیت کے جذبے کو فروغ دیں۔ اپنی توانائیاں تعمیری کاموں میں صرف کریں، سماجی مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنی سوچ کو مثبت رکھیں، اور اپنی شخصیت کو ایک ذمہ دار شہری کے طور پر پیش کریں۔ اپنی جوانیوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں خرچ کریں اور مصطفوی معاشرہ کی تشکیل کے داعی بنیں۔ تحریک منہاج القرآن کا عزم ہے کہ نوجوانوں کو ایک ایسی نسل کے طور پر تیار کرے جو دینِ اسلام کا پرچم سربلند کرے اور دنیا میں امن و محبت کا پیغام عام کرے۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے دورہ یونان کی تصویری جھلکیاں

عظیم الشان
سالانہ
میلادِ کانفرنس

قومی یوتھ کنونشن
قومی یوتھ کنونشن

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا دورۂ بھمبر
گجرات، راولپنڈی، تلہ گنگ، آزاد کشمیر

بھمبر: گزشتہ ماہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے بھمبر آزاد کشمیر میں منعقدہ فقید المثال سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں خصوصی شرکت کی اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے امتِ محمدی کے تعلقِ حبی اور اس کی علامات و ثمرات کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، جن میں اچھی صحت، رزق حلال، اولاد، گھر بار، اور کشادگی جیسی نعمتیں شامل ہیں لیکن سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ ایمان کی نعمت اس شخص کو عطا ہوتی ہے جس کے دل میں محبوبِ خدا ﷺ کی محبت موجود ہو، کیونکہ محبتِ رسول ﷺ کے بغیر ایمان کا حصول ممکن نہیں۔ محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ ہر عمل میں آقا ﷺ کی اطاعت کی جائے اور ان کے اسوہ کی پیروی کی جائے۔ ایمان کی تکمیل کے لیے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے: محبتِ رسول ﷺ، اطاعتِ رسول ﷺ، اتباعِ رسول ﷺ اور تعظیمِ رسول ﷺ۔ اگر ان میں سے کسی ایک میں کمی ہو، تو ایمان متاثر ہو جاتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے ان اصولوں کو اپنایا ہے اور اس کی ہر سرگرمی میں ذکرِ رسول ﷺ شامل ہے۔ یہ تحریک امت میں محبتِ رسول ﷺ، اتحاد، اخلاق اور علم کو فروغ دیتی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کا رفیق بن کر اس پیغام کو ہر گوشے میں پہنچائیں، تاکہ یہ حسین طرزِ حیات نسلوں تک منتقل ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تحریک منہاج القرآن بھمبر اور اس کے جملہ فورمز کے قائدین و کارکنان کو عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کے انعقاد پر خصوصی مبارکباد پیش کی۔ کانفرنس میں نائب ناظم اعلیٰ انجینئر محمد رفیق نجم، علامہ حسن میر قادری، محمد اقبال مصطفوی، سہیل احمد رضا، علامہ جمیل احمد زاہد، چودھری ریاست علی چدھڑ، ابرار سرور شاہ، پروفیسر عتیق احمد طاہر، وحید شریف، شہزاد القمر مجید، ڈاکٹر امجد حسین، زونل ناظمہ منہاج ویمن لیگ کشمیر رافعہ عروج ملک سمیت تحریک منہاج القرآن کے مختلف فورمز کے قائدین و کارکنان، سیاسی، سماجی، مذہبی، علمی، صحافتی شخصیات، اور عامۃ الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

☆ صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھمبر میں یوتھ سمٹ 2024ء میں خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تعلیمات اور دینی رجحانات

سے بے رغبتی رکھنے والے افراد نہ صرف خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ معاشرے میں دوسرے لوگوں کے ایمان کو بھی خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں، ایسے طبقے سے بچ کے رہنا چاہیے۔ یہ لوگ ایمان پر ایسے حملہ آور ہوتے ہیں کہ ہماری مسلمانیت کو چیلنج کرتے ہیں۔ یہ لوگ سائنس، تعلیم اور ترقی پسند ہونے کی آڑ میں کہتے ہیں کہ مذہب ہمیں ترقی نہیں کرنے دیتا، مذہب ہمارے پاؤں کی زنجیر ہے، پھر مغرب کی مثال دیتے ہیں کہ وہ مذہب سے آزاد ہونے کی وجہ سے کتنی ترقی کر گئے ہیں۔ اس سے کنفیوز ہو کر ہمارے نوجوان اپنے مذہب اور مذہبی زندگی کے بارے میں سوال اٹھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح کے طبقے کی پہچان کرنا ناگزیر عمل ہے تاکہ اپنا اور لوگوں کا ایمان محفوظ کیا جا سکے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت کریں، اس کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں، سیرت الرسول ﷺ کو پڑھنے کی عادت اپنائیں تاکہ ہم قرآن اور صاحبِ قرآن سے خدا تعالیٰ کے وجود کے ثبوت لے سکیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو ہمیں خدا کے وجود پر مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ خدا کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اپنی کتب کے سیٹ کا تحفہ کالج لائبریری کے لیے پرنسپل کو بطور تحفہ دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو کالج کی طرف سے یادگاری سوینئر پیش کیا گیا۔ یوتھ سمٹ میں پرنسپل پروفیسر انصار حسین مرزا، وائس پرنسپل پروفیسر انصر محمود، نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات انجینئر محمد رفیق نجم، پروفیسر طارق نعیمی، پروفیسر ناہید احمد عاطف، پروفیسر محمد ہارون الیاس سمیت طلبہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆ صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری سے بھمبر آزاد کشمیر کے تنظیمی ذمہ داران نے ملاقات کی۔ اس موقع پر انھوں نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ والے اپنے عمل اور کردار سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نہ صرف اس صدی کے مجدد ہیں بلکہ ہم سب کے لیے اللہ رب العزت کی نعمت ہیں۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور ان کا پیغام ہر فرد اور ہر علاقے تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ تحریک منہاج القرآن کا یہ قافلہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ مزید پھلے پھولے اور آگے بڑھتا رہے۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر تنظیمی ذمہ داران کو مبارکباد دی اور ان کی کارکردگی کو سراہا۔ اس موقع پر تحریک منہاج القرآن ضلع بھمبر کے ایگزیکٹو ممبران اور تمام فورمز کے تحصیلی ذمہ داران موجود تھے۔

TMQ
Bhimber

Youth
SUMMIT 2024

گجرات: گزشتہ ماہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج القرآن اسلامک سنٹر اور آغوش آرفن کیئر کمپلیکس ککرالی، گجرات کی تقریبِ سنگِ بنیاد میں شرکت کی۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل نے کہا کہ مظلوموں، محکوموں، اور کمزوروں کی مدد کرنے والے افراد کو اللہ تعظیم و پہچان عطا فرماتا ہے، اور قیامت کے دن انہیں عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر کے تحت پورے پاکستان میں انسانی فلاح کے مراکز قائم کیے گئے ہیں، جو خدمتِ انسانیت کے مشن پر گامزن ہیں۔ دنیا بھر میں کہیں بھی قدرتی آفات یا بلیات ہوں، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ہمیشہ صفِ اول میں نظر آتی ہے۔ آغوش آرفن کیئر کمپلیکسز میں بچوں کی کفالت صرف دو وقت کے کھانے تک محدود نہیں بلکہ ان کی مکمل تعلیم و تربیت کا انتظام بھی شامل ہے، جو پہلی جماعت سے لے کر پی ایچ ڈی تک جاری رہتا ہے۔

تقریب کے دوران پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو 2 کنال اور 19 مرلے زمین کے عطیہ کے کاغذات پیش کیے گئے۔ اس تقریب میں تحریک منہاج القرآن ککرالی، گجرات کے تمام فورمز کے قائدین و کارکنان شریک ہوئے۔

راولپنڈی: صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے راولپنڈی میں ورکرز کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں فروغِ دعوت کے لیے نئے راستے تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور معاشرے کے تمام طبقات تک تحریک کا پیغام پہنچانا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا: بیشک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا نہ کر ڈالیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے قبل 13 سالہ مکی دور، فکر و نظریہ کی تبدیلی کا اہم مرحلہ تھا۔ اس دور میں آقا کریم ﷺ نے اپنی امت کے زاویۂ نگاہ، سوچنے کے انداز اور فکری بنیادوں کو تبدیل کیا۔ یہ 13 سال محض ایک راستہ نہیں تھے بلکہ اندرونی انقلاب کا دور تھا، جس کے نتیجے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیت اور کردار میں زبردست تبدیلی آئی۔ فکر و نظر کی تبدیلی یک دم ممکن نہیں ہوتی؛ یہ تدریجاً ہوتی ہے۔ آقا ﷺ نے پہلے صحابہ کے دلوں اور سوچوں کو بدلا، پھر ان کے اعمال اور کردار کو بدلا۔ اندرونی تبدیلی کے بغیر ظاہری انقلاب ممکن نہیں۔ کسی بھی معاشرتی یا انفرادی تبدیلی سے پہلے سوچ کو بدلنا لازم ہے۔ اگر سوچ تبدیل نہ ہو تو ہر تبدیلی بے معنی ہو جاتی ہے۔ اصل انقلاب سوچ، نظریے، اور زاویۂ نگاہ کی تبدیلی سے آتا ہے۔ اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کو معلم بنا کر بھیجا کیونکہ استاد ہی سوچ کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب افراد اپنی ذات کی اصلاح کرتے ہیں تو ایک بدلی ہوئی قوم وجود میں آتی ہے۔ تحریکِ منہاج القرآن تجدیدِ دین اور اصلاحِ احوال کی تحریک ہے۔ یہ تحریک دینی، اعتقادی، معاشی، اور معاشرتی زاویۂ نگاہ کو بدل رہی ہے۔ یہی نبوی طریق ہے اور منہاج القرآن اسی طریق پر عمل پیرا ہے۔ اپنی سرگرمیوں کو اس فکر کے مطابق ترتیب دیں اور معاشرے میں انقلابی فکر کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

اس موقع پر تحریک منہاج القرآن راولپنڈی کے جملہ فورمز کے ذمہ داران نے اپنے اپنے فورمز کے ذمہ داران کا تعارف کروایا اور کارکردگی رپورٹ پیش کی۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے جملہ فورمز کے ذمہ داران کو ورکرز کنونشن کے انعقاد پر اور تحریک منہاج القرآن کے فروغ کے لیے ادا کی گئی ذمہ داریوں پر مبارکباد دی۔ ورکرز کنونشن میں نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات شمالی پنجاب انجینئر محمد رفیق نجم، نائب ناظم اعلیٰ بلوچستان احمد نواز انجم، چودھری رفاقت علی زاہد، قاضی شفیق الرحمن، محمد راشد مصطفوی، راجہ عامر جاوید، ڈویژنل صدر تحریک منہاج القرآن راولپنڈی کرنل ر خالد جاوید، ضلعی صدر راولپنڈی انار خان گوندل، محمد اقبال مصطفوی، شاہد مرسلین، محترم زین، غلام علی خان، علامہ نفیس قادری، علامہ علی اختر اعوان، فیضان الحق، محمد ابراہیم راجہ، فخر الزمان عادل، رابعہ مظہر سمیت تحریک منہاج القرآن راولپنڈی کے ضلعی، تحصیلی اور یونین کونسل سطح کے ذمہ داران شریک ہوئے۔

تلہ گنگ: منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تلہ گنگ میں ختم نبوت کانفرنس میں خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ انھوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت ہمارے ایمان کی اساس اور بنیاد ہے، یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ایک امتیازی شان ہے، اس پر ایمان اور اعتقاد رکھنا انسان کو مسلمان بناتا ہے اور اس عقیدے کا انکار کرنا انسان کو نعمتِ اسلام سے محروم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس پر قطعی یقین اور اعتماد کے بغیر انسان مسلمان نہیں بن سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو کوئی نبی مانتا ہو لیکن خاتم النبیین نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ صرف نبی ماننا کافی نہیں بلکہ ایمان، اسلام اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا تقاضا ہے کہ اللہ کا آخری نبی مانا جائے۔ عقیدۂ ختم نبوت اُمت میں اتحاد و اتفاق کا باعث ہے، یہ دنیا کے 56 ممالک میں تمام مسلمانوں کو ایک

شناخت فراہم کرتا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر ہر مسلمان اپنی مسلکی وابستگی اور تقسیم سے بالاتر ہو کر ایمان رکھتا ہے اور اپنے اُمتی ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ یہ عقیدہ ہر مسلک اور ہر فرقہ میں برابر کی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر اُمت کسی ایک بنیاد پر جمع ہو سکتی ہے تو کیا حرج ہے کہ اُمت باقی دیگر امور میں بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی عادت ڈالے۔ اس کو اُمت کے درمیان محبت کی فضا پیدا کرنے کا باعث بنایا جائے۔

انہوں نے تحریک منہاج القرآن تلہ گنگ، منہاج القرآن ویمن لیگ سمیت جملہ فورمز، تنظیمات کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں پر انھیں مبارکباد دی۔ کانفرنس میں انجینئر محمد رفیق نجم، محمد عمر قریشی، محمد امتیاز طاہر، کرنل خالد جاوید صدر راولپنڈی ڈویژن، توقیر اعوان، محمد اقبال مصطفوی، رافعہ عروج ملک، ارشاد اقبال سمیت علمائے کرام، مشائخ عظام، سماجی، فلاحی، مذہبی، ادبی شخصیات اور تلہ گنگ، چکوال، کلر کہار، اٹک اور میانوالی سے تحریک منہاج القرآن کے رفقاء و وابستگان نے شرکت کی۔

کانووکیشن 2024ء منہاج یونیورسٹی لاہور

14 دسمبر 2024ء کو منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیراہتمام کانووکیشن منعقد ہوا، جس میں 1741 پی ایچ ڈیز، ایم ایس، ایم فل، بی ایس اور اے ڈی پی مکمل کرنے والے طلبہ وطالبات کو ڈگریاں اور اعزازات دیئے گئے۔ مختلف تعلیمی ڈگری پروگرامز میں 71 طلبہ کو گولڈ میڈل، 134 کو رول آف آنرز، اور 77 طلبہ کو میرٹ سرٹیفکیٹس سے نوازا گیا۔ یہ اعزازات درج ذیل تھے:

بابا گرو نانک میرٹ ایوارڈ، بابا فرید گنجِ شکر ایوارڈ، فریدِ ملت ایوارڈ، خورشید بیگم ایوارڈ، قدوۃ الاولیا سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی ایوارڈ، داتا علی ہجویری ایوارڈ، سر گنگا رام ایوارڈ، ڈاکٹر رتھ فاؤ ایوارڈ، اور بابا گرو نانک بین المذاہب ہم آہنگی ایوارڈ۔

تقریب میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ممبر بورڈ آف گورنرز ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی۔ کانووکیشن سے ڈپٹی چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے سپیکر چودھری لطیف اکبر ایڈووکیٹ، ایڈیشنل سیکرٹری فیڈرل ایجوکیشن حسن ثقلین، رجسٹرار ڈاکٹر خرم شہزاد نے اظہار خیال کیا۔

☆ منہاج یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد نے ابتدائی کلمات میں طلبہ و طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا ایک سفر مکمل ہوا ہے تو ایک نئے سفر کا آغاز بھی ہوا ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور اپنے چیئرمین بورڈ آف گورنرز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی وژن کی آئینہ دار ہے۔ یونیورسٹی کے 700 اعلیٰ تعلیم یافتہ فیکلٹی ممبرز کوالٹی ایجوکیشن کی فراہمی میں پیش پیش ہیں جبکہ 25 ہزار طلبہ و طالبات مختلف ڈگری پروگرامز مکمل کر کے مختلف شعبہ جات میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

☆ سپیکر آزاد کشمیر اسمبلی چوہدری لطیف اکبر نے کانووکیشن میں بطورِ مہمانِ خصوصی شرکت کی اور اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پیسے سے سب کچھ مل جاتا ہے مگر کردار، اعتماد، عزت، محبت و قار نہیں ملتا۔ عقل بھی علم کی مرہون منت ہے اس لیے نوجوان طلبہ پیسے کے پیچھے نہ بھاگیں پیسے تو ان پڑھ بھی کما لیتا ہے، ہمیشہ کردار اور وقار کو اولیت دیں۔ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خداداد صلاحیتوں کا معترف ہوں انھوں نے علم حاصل بھی کیا، پریکٹس بھی کیا اور اب اپنے لائق صاحبزادوں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی صورت میں ٹرانسفر بھی کر رہے ہیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز، منہاج یونیورسٹی لاہور نے یونیورسٹی کی 2024ء کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے ایمانداری، دیانتداری اور انسانیت کی خدمت کے اصولوں کو آگے بڑھانے کی اہمیت پر زور دیا۔ قرآن مجید کے حکمت کے اصول کو اجاگر کرتے ہوئے، ڈاکٹر حسین قادری نے کہا کہ حکمت ایک خدائی عطا ہے جو ذاتی کامیابی اور سماجی بہتری کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ انہوں نے فارغ التحصیل طلباء کو "حکمت کے آٹھ گنا راستہ" پر عمل کرنے کی ترغیب دی، جس میں درست فہمی، سوچ، گفتار اور عمل جیسے اصول شامل ہیں، تاکہ وہ بامعنی زندگی گزار سکیں اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔

☆ منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے طلبہ و طالبات کو مبارک باد دی اور کہا کہ آج کے نوجوان کل کے لیڈر ہیں، یونیورسٹیوں کو درسگاہوں کے ساتھ ساتھ تربیت گاہیں بنانے سے ملک و قوم کا مستقبل روشن ہوگا۔ نوجوانوں میں یہ

سوچ پیدا کرنا ہوگی کہ وہ ملک کو اندھیروں سے نکالنے کے لئے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟۔ڈگریاں فقط حصول روزگار نہیں بلکہ ملک و ملت کی تعمیر کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، اُستاد کا مقام والدین والا ہے، طلبہ کی تربیت اُسی نہج پر ہونی چاہیے جیسے والدین اپنے بچوں کی چاہتے ہیں۔

☆ کانووکیشن میں ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، ڈائریکٹر جنرل پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن ڈاکٹر محمد شاہد سرویا، بریگیڈیر (ر) اقبال احمد خان، رجسٹرار ڈاکٹر خرم شہزاد، سی ای او ڈسکور پاکستان چینل قیصر رفیق سمیت منہاج یونیورسٹی لاہور کے ڈینز، فیکلٹی ممبران اور ڈگری ہولڈر طلبہ کے والدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کی گلوبل پیس اینڈ یونیٹی (GPU) فیسٹیول 2024ء میں شرکت

گلوبل پیس اینڈ یونیٹی (جی پی یو) فیسٹیول 2024ء لندن میں منعقد ہوا۔ 10 سال کے وقفے کے بعد GPU کے تحت منعقد ہونے والے اس فیسٹیول میں تقریباً دنیا بھر سے 50,000 لوگوں نے شرکت کی۔ کانفرنس میں بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینے سے لے کر اسلاموفوبیا جیسے اہم مسائل کو حل کرنے کے اقدامات پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ اس سال تقریب میں شیخ حماد مصطفی المدنی القادری کو کلیدی اسپیکر کے طور پر مدعو کیا گیا۔ جہاں شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے ''امن سازی: پیغمبرانہ قیادت کی روشنی میں'' کے موضوع پر گفتگو کی اور ''مغرب میں اسلام کا مستقبل'' کے موضوع پر پینل ڈسکشن میں بھی حصہ لیا۔

اس فیسٹیول میں بین الاقوامی مقررین کی کثیر تعداد شامل تھی۔ جن میں خاص طور پر محمد علی ہاراتھ، مولانا طارق جمیل، استاد نعمان علی خان، شیخہ فاطمہ برکت اللہ، نارمن فنک لِسٹن، جِورام وان کلیورین اور پال ولیمز شامل تھے۔

اپنی کلیدی خطاب میں شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے کئی ایسے موضوعات کا خاکہ پیش کیا جو مسلم برادریوں کو درپیش عصری مسائل سے مطابقت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ان موضوعات کو حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی قیادت ہمدردی اور مساوات سے عبارت ہے۔ ایک ایسے دور میں جہاں شرک، قبائلی تقسیم اور تعصب پایا جاتا تھا نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے ان کا قلع قمع کیا اور افراد میں احترام کو فروغ دینے کا راستہ دنیا کو دکھایا۔ شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے جامع حکمرانی کے لیے ایک تاریخی نمونہ کے طور پر میثاقِ مدینہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس بنیادی دستاویز نے متنوع برادریوں کے درمیان بقائے باہمی اور باہمی حقوق کو فروغ دیا ہے۔ یہ ایک ایسا سبق ہے جو کثیر الثقافتی معاشروں میں خاص طور پر مناسب ہے۔

خطاب کے بعد شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے مولانا طارق جمیل اور استاد نعمان علی خان کے ساتھ ''مغرب میں اسلام کا مستقبل'' کے موضوع پر پینل ڈسکشن میں شرکت کی جس کی نقابت شیخ شریف حسن البناء نے کی، جہاں شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے کئی اہم نکات کو بیان کیا۔ اس موقع پر شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے مسلم ایڈ کے سابق سیکریٹری محمد عبد الباری، سر اقبال عبدالکریم موسی ساکرینی (او بی ای)، محمد علی ہاراتھ (گلوبل پیس اینڈ یونٹی فیسٹیول میں اسلام چینل کے بانی)،

مولانا طارق جمیل (ممتاز پاکستانی عالم دین)، شیخ شریف حسن البنّا (اسلامی عالم اور مصنف) سے ملاقات کی اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور اپنی کتاب Echoes of Eternity: A Guide to Finding Purpose in the Modern World" پیش کیں۔

گلوبل پیس اینڈ یونٹی فیسٹیول 2024ء حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے فروغ میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے جس سے شرکاء کو تعلیماتِ اسلام کے تناظر میں آج کی دنیا میں امن، افہام و تفہیم اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں رہنمائی میسر آتی ہے۔

شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری

کی The Mercy Conference:2024 میں شرکت

برمنگھم میں منہاج القرآن انٹرنیشنل برطانیہ کے تحت (The Mercy Conference) منعقد ہوئی۔ اس آن لائن تقریب میں شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے خصوصی شرکت کی۔ شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے اس موقع پر ''السخاء والایثار: تعلیمات سیرت نبویہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر کلیدی خطاب کیا۔ شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ حقیقی فراخدلی کا مظاہرہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب ہمارے پاس کثرت ہو، بلکہ اس وقت ہوتا ہے جب ہمیں بھی اس چیز کی ضرورت ہو مگر ہم پھر بھی اُسے دوسرے کے لیے قربان کردیں۔ فراخدلی کا حقیقی امتحان مشکل وقت کے دوران ہوتا ہے جب کوئی مالی طور پر تناؤ کا شکار ہوتا ہے پھر بھی دوسرے کی مدد کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے جب بھی کسی نے مانگا آپ نے انکار نہیں کیا اور اکثر اس وقت بھی آپ ﷺ دیتے تھے جب آپ ﷺ کے پاس خود بہت کم ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ان مثالوں سے بھری ہوئی ہے جہاں وہ دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے۔ بعض اوقات ان کی خاطر دوسروں سے قرض بھی لیتے تھے تاکہ سائل خالی ہاتھ واپس نہ پلٹیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اندر پیغمبرِ اسلام ﷺ کی محبت میں ان کی فراخدلی، بے لوثی اور جود و سخاء جیسی خصوصیات کو اپنائیں۔

اختتام پر انہوں نے تمام حاضرین کو اپنی روزمرہ کی گفتگو میں فراخدلی اور جود و سخاوت کی خوبیوں کو مجسم بنانے کے لیے Call to action کا عمل بتایا۔ سخاوت صرف مالی مدد کا نام نہیں ہے۔ یہ دوسروں کے لیے حاضر ہونے اور تسلی بخش لفظ پیش کرنے کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے۔ آج کی دنیا میں جہاں وقت ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، وہ وقت دوسروں کو دینا بھی فراخدلی کی ایک شکل ہے۔ ان اقدار پر عمل کرتے ہوئے ہم نہ صرف اپنی برادریوں کو مضبوط کرتے ہیں بلکہ اپنی زندگیوں میں پیغمبر اسلام کی محبت اور تعلیمات کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

شیخ حماد مصطفیٰ مدنی القادری نے منہاج القرآن انٹرنیشنل یو کے، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن، منہاج ویمن لیگ یو کے، منہاج مسلم جنریشنز، منہاج سسٹرز اور دیگر شعبہ جات و تنظیموں کو کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد دی۔ دیگر مہمانانِ گرامی القدر میں محترمہ صفاء حماد قادری، خدیجہ اٹکنسن، آنسہ حسین، سید علی عباس بخاری (صدر MQI یو کے)، معظم رضا، ابو آدم احمد الشیرازی، ڈاکٹر زاہد اقبال، علامہ افضل سعیدی، صراط علی خان، غلام مرتضیٰ، مبین حسین شامل تھے۔

THE MERCY
Conference

شیخ حماد مصطفی المدنی القادری
کی گرینڈ مولد (میلاد) کیمپ (انگلینڈ) 2024ء میں شرکت اور خطابات

13 تا 15 دسمبر 2024ء یارن فیلڈ پارک سینٹر، انگلینڈ میں گرینڈ مولد (میلاد) کیمپ 2024ء منعقد ہوا۔ اس کیمپ میں شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے طورِ خاص شرکت کی اور خطابات کیے۔ اس سال اس کیمپ کا موضوع:

"Al-Futuwwa – ReviVing the Spirit of Chivalry in the 21st Century" تھا۔ جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایمانداری اور اخلاقی عظمت کے ابدی اصولوں کو بیان کیا گیا۔ تین دنوں پر مشتمل اس کیمپ میں میں شرکاء کو اسلامی تصور ''الفتوہ'' تفصیلی انداز میں سمجھایا گیا اور بتایا گیا کہ ''الفتوہ'' کے ذریعے آج کے سماجی، اخلاقی اور روحانی چیلنجز کا کیسے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے اس کیمپ کے پہلے سیشن فتوۃ کا تعارف اور تصور ادب پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ علم کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ایک شخص کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ ادب قرآن کی تعلیمات اور حضور ﷺ کی سنت سے نکلتا ہے، جو تمام روحانی اور دنیوی مقاصد کی بنیاد ہے۔ ادب کے بغیر عبادات کو اللہ کی جانب سے قبولیت نہیں مل سکتی۔ ادب کو برقرار رکھنا انسان کو اللہ کے قریب لے آتا ہے اور اللہ کی موجودگی کو حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ جو لوگ ادب کی مشق کرتے ہیں وہ روحانی سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں، جبکہ جو اسے نظر انداز کرتے ہیں وہ نیچے گر سکتے ہیں۔

فتوۃ افراد کو اپنے بھائیوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینے کا درس دیتی ہے۔ یہ ہمیشہ رحم، ہمدردی اور محبت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ دنیا جو خود غرضی اور مقابلے سے چل رہی ہے، اس میں فتوۃ ایک توازن فراہم کرتی ہے اور مومنین کو یاد دلاتی ہے کہ ایک دوسرے کا فائدہ نقصان نہیں بلکہ ایک مشترکہ کامیابی کی طرف سفر کرو۔ اللہ کی طرف سفر کرنے والوں کا آخری مقصد جنت نہیں بلکہ اللہ کا دیدار ہوتا ہے۔ یہ بلند مقصد، انہوں نے صرف ادب کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ فتوۃ اور ادب کا راستہ مستقل نگرانی، عاجزی اور بے لوث ہونے کا متقاضی ہوتا ہے، تاکہ ہر عمل شجاعت، سخاوت اور ادب کے اقدار کی عکاسی کرے۔

۲۔ مولد کیمپ کے دوسرے سیشن (14 دسمبر 24ء) سے شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے

"Heroic Sacrifice and Generosity in

"Futuwwa (chivalry)" کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس لیکچر میں فتوۃ کی حقیقت پر بات کی گئی، جو خود غرضی سے بالاتر ہو کر قربانی، سخاوت، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بے لوثی کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ صرف دولت یا جائیداد دینے کا عمل نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے وقت، توانائی، اور جذبات دوسروں کی خدمت کے لیے دینے کا نام ہے۔ فتوۃ کا مطلب دنیاوی لذتوں کو مکمل طور پر ترک کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد خواہشات کو دوسروں کی خدمت کی طرف موڑنا اور اللہ کی رضا کو طلب کرنا ہے۔ ہم سب اپنی سب سے قیمتی چیزیں خواہ وہ وقت ہو، دولت ہو، یا ذاتی سکون ہو، دوسروں کی فلاح کے لیے قربان کرنے کا طریقہ سیکھیں۔ روحانی سفر کا اصل مقصد دولت، طاقت یا جنت نہیں بلکہ اللہ کی قربت اور رضا ہے۔ یہ قربت صرف قربانی، سخاوت، اور دوسروں کی فلاح کے لیے غیر متزلزل عزم کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۳۔ مولد کیمپ کے تیسرے سیشن (15 دسمبر 2024ء) میں شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے "Immersing in the Sea of Divine Love" (عشقِ الٰہی میں مستغرِق ہونا) کے موضوع پر اپنا کلیدی خطاب کیا۔ شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے اس لیکچر میں اللہ کی محبت و عشق کی نوعیت، اس کے مختلف پہلوؤں، اس کے مراحل اور ضروری شرائط پر بحث کی اور شرکاء کو اللہ کی قربت اور موجودگی کے تجربے کے لیے روحانی گہرائی میں غوطہ زن ہونے کی ترغیب دی۔ شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے اللہ کی محبت کی شرائط پر بھی بات کی اور فرمایا کہ سچی محبت کے لیے اطاعت، مسلسل ذکر اور عاجزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کی محبت ان لوگوں کے لیے حرام ہے جن کے دل دنیاوی امور سے جڑے ہوئے ہوں۔ صرف دل سے دنیاوی خواہشات کو نکال کر ہی اللہ کی محبت دل میں جڑ پکڑ سکتی ہے۔ اللہ کے سچے محبوب وہی ہیں جو اس کی رضا کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ اپنی ذاتی راحت اور ترجیحات کو بھی قربان کرتے ہیں۔ اللہ کی محبت صرف ایک جذباتی کیفیت نہیں بلکہ ایک ایسی تبدیلی ہے جو مکمل تسلیم، دل کی صفائی، اور اللہ پر پورے اعتماد کا تقاضا کرتی ہے۔

۴۔ مولد کیمپ کے چوتھے سیشن (16 دسمبر 2024ء) میں "The Rights of Companionship in Futuwwa (chivalry)" (فتوۃ میں رفاقت کے حقوق) کے تحت شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے اپنا کلیدی خطاب کیا۔ اس علمی لیکچر میں شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری نے توبہ کی اہمیت سے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ توبہ صرف زبانی نہیں ہے بلکہ یہ ایک شعوری فیصلہ ہے کہ انسان گناہوں اور گمراہی سے "یوٹرن" لے کر اللہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ اللہ اپنے بندے کے توبہ کرنے پر اتنا خوش ہوتا ہے جیسے ایک مسافر اپنی گمشدہ اونٹنی کو

صحرا میں پالے۔ توبہ کی شرائط میں؛ گناہوں پر پچھتاوا، گناہوں سے رکنا، آئندہ نہ کرنے کا عہد، اور دوسروں سے کیے گئے ظلم کا ازالہ کرنا شامل ہے۔ اللہ کی رحمت بے حد وسیع ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ظلم کیا ہو تو اللہ سے معافی طلب کرنے سے پہلے اس شخص سے صلح کرنی ضروری ہے۔ ابتدائی سطح پر توبہ کا مطلب ہے کھلے گناہوں اور نافرمانی سے باز آنا لیکن روحانی طور پر بلند افراد کے لیے توبہ کا مطلب ہے کہ اللہ کے بارے میں غفلت اور دل میں غیر اللہ کے خیالات کے لیے بھی معافی مانگنا۔

اِس لیکچر کا ایک بڑا حصہ صحبت و رفاقت کی اہمیت پر تھا۔ شیخ حماد مصطفی المدنی نے اس بات پر زور دیا کہ اچھے لوگوں کی صحبت روحانی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جیسے خوشبو کی دکان سے تھوڑی دیر کے لیے گزرنا بھی ہمیں معطر کر دیتا ہے، اسی طرح اچھے لوگوں کے ساتھ ہونا ہماری روحانیت کو بہتر بناتا ہے، جبکہ منفی صحبت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ سوشل میڈیا کے دور میں صحبت کے اثرات مزید بڑھ گئے ہیں اور ہمیں محتاط رہنا چاہیے کہ ہم ایسے مواد سے بچیں جو ہمارے دلوں کو خراب کرے۔ بغیر کسی اچھے استاد یا رہنمائی کے ہم روحانی راستے پر چلتے ہوئے گم ہو سکتے ہیں۔ کیمپ کے اختتام پر شیخ حماد مصطفی المدنی القادری نے منہاج مسلم جنریشنز کی ٹیم کی رفاقت میں اسٹالز کا دورہ کیا اور شرکاء سے ملاقات کی۔

انتقالِ پُرملال

گزشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ساس محترمہ / چچی جان اور ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نانی جان قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئی ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

ان کی نمازِ جنازہ پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں منہاج القرآن کی مرکزی قیادت اور ملک بھر سے کارکنان و رفقاء کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور مرحومہ کی بلندی درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش و مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ہم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور ان کی فیملی کے جملہ افراد سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے مرحومہ کی بخشش و مغفرت کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ لواحقین کو صبر جمیل اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

قائد ڈے نمبر فروری 2025ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 74 ویں سالگرہ کے موقع پر حسبِ روایت امسال بھی ماہنامہ منہاج القرآن قائد ڈے نمبر شائع کرنے کا اعزاز حاصل کررہا ہے۔ یہ شمارہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری اور تجدیدی و اصلاحی ہمہ جہتی خدمات پر مشتمل ہوگا۔ علاوہ ازیں اس شمارے میں قومی و بین الاقوامی سطح پر امن و محبت کی ترویج اور بیداریٔ شعور کے لیے کی جانے والی آپ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں آپ بھی ماہنامہ منہاج القرآن کو اپنی خصوصی معیاری تحریریں بھجوا سکتے ہیں۔

قائد ڈے کے موقع پر **مبارکبادی پیغامات** کی صورت میں اشتہارات کی بکنگ بھی جاری ہے۔

آپ اپنی تحریر، مضامین اور اشتہارات سے متعلقہ اشاعتی مواد مورخہ 5 جنوری 2025ء تک
ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کرسکتے ہیں۔

فون: 042-111-140-140 Ext-128، mqmujallah@gmail.com

کانووکیشن 2024ء منہاج یونیورسٹی لاہور

چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا دورہ یونان

منہاج القرآن یوتھ لیگ کا 36واں یومِ تاسیس: قومی یوتھ کنونشن سے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خطاب

شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری کی گرینڈ مولد کیمپ (انگلینڈ) میں شرکت اور خطابات

شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری کا The Mercy Conference سے خطاب

شیخ حماد مصطفیٰ المدنی القادری کی گلوبل پیس اینڈ یونیٹی (GPU) فیسٹیول میں شرکت

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
JAN-2025
LAHORE
Regd CPL No.41

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی معرکہ آراء تصانیف